



LIBRARY
Sulphur Library (Hindi)

مکتبہ شاہ جہاں آباد



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

۸۹۱۲۳۱
 غ ۱۱
 ۲۱۹۰

ایک هزار	نعداد اشاعت
فروری سنہ ۱۹۵۸ء	پہلی بار
دس روپے	قیمت
چید پریس - دہلی	



غزلیات

نقش فریدی ہے کس کی شوقی خمیر کا
 کاغذی ہے پیسہ من ہر یک تصویر کا
 کاو کاو سخت جائیداد تنہائی نہ پڑھے
 صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا
 جھڈے بے خم شیر شوق دیکھا چاہے
 بیت خمیر سے باہر ہے دم خمیر کا
 آگنی نام شمعیں ہیں نقد چاہے بچھائے
 تمام صفت ہے اپنے عالم فکر کا
 بسکٹن خواب سیری میری آتش زریا
 شوبہ آتش دیدہ ہے علقہ میری زنجیر کا



بڑی سس اور کوئی نہ کیا ہر دوسے کا
 ہر شے کی نے عشق سو بیکار کیا دوست
 تھا غلاب میں خیال کو تجھ سے نہ ملے
 ایسا ہر کتب لم دل میں ہوں ہونہ
 دھانپا کھن نے داغ عیوب پہنکی
 تجھے ہنر نہ سکا کہ کھن اسند
 کہتے ہر نہ دیکھے ہم دل اگر چاہا
 عشق سے طہیت نے زبیت کھنکیا
 وہ ستار و شمس ہے اقلد دل محرم
 سادگی و بزرگاری نے دی کوشیاری
 غنیمت چہرہ کہنے آج ہم نے اپنا دل
 عالی دل نہیں محرم لیکن ہر قدر کھن
 شور و نہاد نے زخم پر نگاہ چوکا
 دل مرا سوزناں سے ہے لایا جلی گیا
 دل میں غنیمت کھن دیا پر نگاہ ہائی نہیں
 جس صدم سے کھن پر ہے ہن دہن خالق دانا
 عرض کیجئے ہر ہر غنیمت کی گری کھن
 دل نہیں لکھو دیکھا نامہ نہ دھانوں کی ہن
 نہیں ہوں ہر انسان کی کھن غلاب کدل

محترم اگر ہر کھن چشم منور تھا
 کلام ہر کھن کلام کا سرماہ دور تھا
 جب آگے کھن کھن نہ نریاں تھا دور تھا
 لیکن جی کہ دست لگیا اور دور تھا
 نہیں دور ہر پاس میں غلاب دور تھا
 سرشت غنیمت ہر دھن دور تھا
 دل کھن کہ کھن کھن ہم نے دھانپا
 درد کی دھانپا دل دور ہے دور پاپا
 آہ ہے اثر کھن کار نامہ دور پاپا
 عشق کو غنیمت میں جرات کھن پاپا
 غنیمت کیا کھن کھن کھن کیا ہر پاپا
 ہم نے ہر دھن کھن نے ہر پاپا
 آپ سے کھن ہر کھن نے کیا کھن پاپا
 آتش غنیمت کے ہن کھن کھن پاپا
 آگ ہر کھن کھن کھن کھن کھن پاپا
 میری آہ آتش سے ہائی کھن پاپا
 کہ لیاں کیا کھن کھن کھن کھن پاپا
 دس پاپا کھن کھن کھن کھن کھن پاپا
 کہ کھن کھن کھن کھن کھن کھن پاپا

فردوس گمشده



شوق ہر رنگ و رقب سرو سداں کا
 زلم خداداد نئی نگی دل کی دایب
 بڑے گل نازول خود پہلوا مثل
 ملی صوبت خود تھا مائے لذت درد
 ہے تو آروز فنا ہست و شوریدہ
 دل میں پھر گریہ کے شوخیاں عذاب
 دلی میں رنگا جو زب بپ خور تھا
 تھا زندگی میں ملک کا کھٹکا لگا ہوا
 ثابت اسما سے دعا کروا تھا تیں
 دل پہ جگر کوں مایہ پائیں چاہ
 جاتی ہے کوئی کھٹک سے شوق کی
 اہباب چند سازنی دشت نہ کوئے
 وہاں چکانی اسدست جوں کی ہے
 دہر چش شیں دغا ویر ششلی نہ ہوا
 ہنر و ظاہ سے ترا کا گل سرکش نہوا
 تیں نہ چاہا تھا کہ اندوہ سے جھڑوں
 دل گر گاہ خیال سے سازنی سن
 ہوں نہ سے صد تک نہ پوی بھی کہیں
 کس سے دلی شست کی خلوت کیجیے

قیاس نہیں کہو دہر کی ٹوٹاں کا
 تیر ہی میں اصل سے پر تھاں تھا
 جو تری زخم سے جگہ سو پریش کا
 کام یاروں کا خد لب و دلیں تھا
 سخت مشکل ہے کہ کہیں کی اس کا
 آج قلمو : لکھا تھا سو طاف کا
 عشق خیر بہشت تھا گدرا تھا
 نکلنے سے پیشتر ہی ہو گئے خدا
 ہم کو دلیس ال بھی خود خود تھا
 اس دیکھیں صراحت کے کہ تھا
 دلی کی گر گیا تو زری دل کا تھا
 نذر ہی کی خیال دیا جس خدا
 حق خلوت کے لب آواز دھوا
 ہے یہ وہ جگہ کہ غرضت میں نہ تھا
 یہ نذر دلی حاضرت دم الہی نہ تھا
 وہ مگر مرے مرنے پہ ہی دھنی نہ تھا
 گزنس چادر سے ستر تلی تھی نہ تھا
 گوش بست کن تھا گلاب نعل نہ تھا
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو دلی نہ تھا

تاجان کا کاشی لمی جیسے تھا
 بزم شادہشتاد میں اشعار کا دفتر کشا
 شب بونی ہر رات خوشنہ کا شعر کشا
 گرچہ میں ہوا تو نہیں ہواست گلکاری لیب
 اگر کہیں شمس کی دیر کو نہ ہوا شمس کا جید
 ہے خیالی شمس میں شمس علی کا ساقیاں
 منہ گلکشہ ہے وہ عالم کو دیکھا ہی نہیں
 وہ پار چلے لوگ اہل کبر کے کیسا پھر کیا
 کیوں تاجوری ہے شب فہم ہے ہلالی ناول
 کیا رہن رات میں رات میں بے ہوش کا چال
 انکی شمس میں شمس میں رہے وہی کیوں کام چل
 شب کی رہی سوزن دل سخن پر اب تھا
 دل کرم کو طر بارش تھا علی گیر تمام
 وہ خود آواز کو تھا سوتی پردے کا خیال
 بدلا گل کے کیا تھا اور چرخ آپ فر
 ہاں میرا شور و مکاری سے تھا دور رخ
 بارش کتا تھا کاشی شمس بزم چوری
 فرش سے تاجوری شمس غاں تھا ہی رنگا
 تاجوری رنگ سے کوئی تاجی نے لگا

چونکہ تھا فہم گزرا ہے راز کا
 نیکو بار سب یہ اور کچھ نہ کہہ سکتا
 اس گفت سے کہ لگا لکھ سے کا ورنگا
 آستیں میں ہشتاد ہشتاد رات میں ہشتاد
 ہر وہ کیا کم ہے کہ کچھ سے وہ ہر وہ کچھ
 کھلے کا رنگ اور ہے ہی نہ کے اور رنگا
 نام سے ہر کھلے تاجی شمس کے اندر رنگا
 چلے عرصے میں مرا پنا ہوا ہشتاد رنگا
 آن اشعری کو رہے گا وہی اس سے رنگا
 ہر وہ ہے دن سے تار ہر اکثر رنگا
 وہ سب سے شمس کے غالب گنہ ہے رنگا
 شمس ہوا ہر رنگ مسکے گلاب تھا
 گرچہ سواں پنا ہوا گلاب تھا
 ہاں بزم رنگ میں تاجی گلاب تھا
 ہاں وہ ہر کچھ شمس سے ہوا گلاب تھا
 وہ ہر فرق تاجی ہشتاد گلاب تھا
 بدلا گل ہاں ہشتاد گلاب تھا
 ہاں شمس سے ہوا رنگ ہشتاد گلاب تھا
 دل کدنی کا شمس شمس گلاب تھا

تاراں میں غیب اندر اتر آیا اب تھا
 نظروں پہ ہے دل کیا لگا لگا ہے
 ہر شے نام خاکش عشق کی کہیں
 کہ نہ کی پہنچے ہونی کا واسطہ نہ رہا
 کہ کہیں پہنچا نہیں چٹا سیر کی گئی
 یاد کر رہی کہ ہر گھنٹہ تیرے نام کا
 میں نے سکا رات خواب کو اگر نہ گئے
 ایک ایک غلو کا کھنڈ پنا چھوٹا
 سہریں ہیں میرا ایک شہر قند
 گلشن میں رہتی تھی کہ گلشن پہ کھڑی
 نرجس سب دشت و ماکہ پہ چل
 کہ جاتے تھے بھی غم عشق کو زہاب
 بسکہ خود ہے ہر کام کا کشتی چھا
 گریہا ہے نہ زالی چھوٹے کاشے کی
 دے دیا گئی شوق کہ ہر دم چسکہ
 بدو نہ بیک تھا خاصے کو کرتا ہے
 عشق تکل کہ اہل تناسل پہاچ
 نے گئے خاک میں پہنچے تھا سے نکاح
 عشق پر پناہ دل درخسب ہوتا تھا

تھا پہلو پر دم اہل غیر کو بے تاب تھا
 غلاماں مگر ساز و سدا نے اب تھا
 پہلو سے تیرا وقت بہتر خواب تھا
 خداوند کہ کئی روز شہید اب تھا
 کل تک تیرا میں دل سروں کا اب تھا
 انکار صید میں اب دیا ہے خواب تھا
 نہیں کہیں اب کہیں گدگد بید تھا
 غویں بگڑا ہے سب مڑ گئی بار تھا
 تو را جو قوتے تیرے سناں کا تھا
 جاں دانا ہوا سے سر پہ گئے اٹھا
 ہر وقتہ مثل چرخ سب تھا کیا تھا
 دیکھا تو کہ پر نے چسپہن کا تھا
 آئی کہ میں نہیں نہیں اس ہوا
 صد و ہر دست چھپے ہے بیاں ہوا
 آپ جانا اٹھو تو آپ ہی چلی ہوا
 ہر روز تیری چاہ ہے ہر گاہ ہوا
 یہ نظارہ ہے شہر کا مراں ہوا
 تو ہر دور آپ جہ رنگ گشتیں ہوا
 لذت کوشش بگر فرق مسکداں ہوا

رگ سنگ سے ٹکنا اور لوہہ پھر نہ ہوتا
 فرار چہاں کس سے چکس کس کدل سے
 کوئی کس سے بلی کہ کیا ہے شیعہ اپنی بات
 ہر طرف کے ہم جو رہا ہوا سے کین فرق جدا
 اُسے کون دیکھ سکا گر نگاہ سے وہ کیا
 یہ سائی قصوف، یہ قدر بیان غالب
 ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
 تاجیل پیشگی سے تھا کیا
 نادرش اسے دیکھا دیکھا ہوں
 غلام بے عار پابا پابا ہوں
 فرخ شعلہ نفس یک نفس ہے
 نفس خرم خیل بے غوی ہے
 دماغ صطوہ صراحت نہیں ہے
 دلی ہر طرف سے سارا بھٹکا
 عا کیا ہے بیخ فضاں باوجود کچھ
 سخن سے صحت گر بھی دماغ میں
 کیا کس نے جگر دہری کا دوسرے
 یہ تاجیل و صمدہ صبر نہا کیوں
 ہائے نہاں ہے غالب کس کی کرات

ہے فرج ہر سے جو ہے اگر شہر و عجم
 فر عشق گزند ہوتا غم غم روزگار ہوتا
 بکے کیا بڑا تھارنا دگر ایک بار ہوتا
 نہ کبھی جہت از انھما نہ کبھی مزار ہوتا
 جو دلی کی بڑی ہیں ہوتی تو کبھی دھما ہوتا
 جگے ہم دلی جگے ہوتا باد غار ہوتا
 نہ ہو مرنے تو سمیٹنے کا مزا کیا
 کس تک سے سراپا لٹا گیا
 جلاوت اسے رنگیں کا لگا کیا
 تھائل اسے مستکیں کٹا کیا
 ہوس کو یاں نام سب دغا کیا
 تھائل اسے ساقی کا لگا کیا
 فرج کدہ کی اسے جہت کیا
 ہم اس کے ہیں ہمارے چھٹا کیا
 شیعہ ہن گم کا غول ہن کیا
 جگست رگست دل کی حد کیا
 کلیپ خاطر عاشق بھلا کیا
 یہ کا فرشتہ طاعت کیا کیا
 جہارت کیا اشارت کیا اور کیا



پہن کا ملبوہ باعث چہری شگفتگی کا

وہ غور و فکر غضب و جب کوئی ہمساز تھا
 بنگلہ میں بھی وہ فساد وہ خود میں ہی کہم
 سب کا جنم ہے وہی تیری ہیستانی کا
 کہ خیر نام شمس پر تاجی پوشیم تو ہاں
 سید کا علاج ہے وہ تاکو لب تک نہ کیا
 نام کا میرے ہے جو دیکھ کر کہیں کہ نہ
 برہنہ تو سے دم نہ کر نہ چلے غائب
 غلو میں وہ دنگانی نہ سے نہ فریگی
 قحی خیر گم کہ غالب کے اندر لگے نہ سے
 چاند گم ختم ہے شرم کا دل کا
 دہر شمع کا شاد و مست نہ سوا یہ قول کا
 لکھ کا صحن سے نہ طوطہ پیش کہ ہو سنا
 نہ دارا جان کہ ہے ہم غافل تیری گمان
 تنہا سے لڑاں کہ پاس ہے نہانی ہے
 تو کی کہ ہے ہمیں میں میں گشت گل ہے
 دانی ہو نہ وہ نہ جاہ و جز خیر نہ سوانی
 نہ سے کہ کہ نہ غافل غالب ختم کر کے
 کہ نہ اند و شب فرقت میں ہو جاہنگ
 نہ ہو گریہ ایسی شام میں جس نہ ہے آب

پھر غدا کیا ہے کہ ہم سا کوئی نہ ہو
 اُسٹے چمے نہ تو کچھ مگر نہ ہو
 وہ ہو کوئی نہ ہو آئینہ نہ ہو
 تیرا ریت سا نہ کیا ہے کہ چھو نہ ہو
 خاک کا شوق ہے وہ غلو کہ نہ ہو
 کام میں میرے ہے جو قلم کہ نہ ہو
 عز کا غلبہ ہوا پیش کا چہ نہ ہو
 کھیل لڑکوں کا ہوا نہ ہو پیسہ نہ ہو
 دیکھتے ہمیں گئے تھے نہ تھ نہ ہو
 جن خلیفہ صد گنگ وہی پارمانی کا
 نہ خیر و غفلت ہے وہی پادشاهی کا
 چرخ فساد نہ پیش ہو کہ نہ گمانی کا
 سا دھو توں سے گت حق آشنائی کا
 شاہ جس سے تھا نہ گنگ نہ ہستانی کا
 جس کا جلد ہوا ہے نہ تیری ہیستانی کا
 عدم گنگ ہے نہ تیری ہیستانی کا
 کہ نہ تیری ہیستانی ہے نہ تیری ہیستانی کا
 نہ تیری ہیستانی ہے نہ تیری ہیستانی کا
 نہ تیری ہیستانی ہے نہ تیری ہیستانی کا
 نہ تیری ہیستانی ہے نہ تیری ہیستانی کا

لے تو اہل حق سے نہیں کہہ پاؤں کام و سرگر
 دل کو ہم سو نہ دھاکے تھے کیا سہم تھا
 سچے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راہی ہوا
 کہ نگاہ گرم فرمائی رہی تسلیم ضبط
 داغ میں تھکے نہ جاوے نہ سیر سے حال پر
 دوسے گر سیرا تھا اخصاف عشق میں رہو
 قائم کیا سوچ کفر تو نہیں رہا ہے ہم
 اسد ہم وہ جنوں میں گدھے بے مل راہی
 درد و رقت سے کشیں وہاں نہ ہوا
 جسے کہتے ہو کیوں رقیبوں کو
 ہم کہیں قسمت آزمائے جانیں
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ قیام
 ہے خبر گرم سخن کے آنے کی
 کیا وہ غمزدگی شہدائی تھی
 جانی ہی رہی ہوئی ماسی کی تھی
 زخم گر دہس گیا نہ دھست
 مہر زنی ہے کہ دلستانی ہے ا
 بخت توڑنے کو لوگ کہتے ہیں
 بھوسے عشق کو دل میں بھی لگی تھا کا

دسی باتوں سے دو کا فر نگاہیں ہوا گیا
 بی بی نہ چلتے ہی تیرا خم ہوا گیا
 تجھ سے گویا ایک زمانہ میراں ہوا گیا
 شہدائے بی بیوں کیوں نہیں ہوا گیا
 برگی تر ایک ہیشیم غم فشاں ہوا گیا
 اب تک تو یہ توغ ہے کہیں ہوا گیا
 دوستی ناواں کی سبھی کا رہاں ہوا گیا
 کہ ہے سحر ہی سحر کا ہی آہر پشت طار پنا
 نہیں نہ اچھا ہوا تھا نہ ہوا
 ایک تماشہ ہوا جگہ نہ ہوا
 تو کی جب خبر نہ تھا نہ ہوا
 گالیوں کا کے ہے مزا نہ ہوا
 فتح ہی کھسر میں ہوا نہ ہوا
 بندگی میں مرا جھٹکا نہ ہوا
 حق تو یہ ہے کہ حق نہ ہوا
 کام گر ترک کیا نہ ہوا
 لے گول راستہ نہ ہوا
 حق غالب قرار نہ ہوا
 گھر میں تو تھا اضطراب ہوا کا



جب شکر کے گھر سے نکلتے ہیں تو ان کے چہرے پر اک دل بانہا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور باج کتب
 مٹا ہے اسے قفس ہے بیدار گیت بھی
 غم فراق میں کلیتہً سیرِ عالم دار
 ہنوز عمری طبع کو ترستا ہوں
 دل میں کہ پہلے ہی نادر و نادر سے لہجے
 تذکرہ کر رہا تھا دستِ دل سے
 فلک کو کہہ گئے کہ تاجِ بون کو یاد رکھ
 قنوار غنہ بکھیرتے قفس پہ چھو
 اعتبارِ عشق کی غادِ خرابی دیکھنا
 جب تجھ پہ سفرِ اس نے عملِ اندھا
 ادنیٰ کوشش نے ہیروت کدِ شعلی ناز
 یاس و آئینہ کے یک سر و پیریں لگا
 دہشتہ تشنگیِ لائق کے خوںِ غالب
 نہیں اور زہم سے میں قلم کا کام لیں
 ہے ایک تیر میں میں وہ فوج سے پرے ہیں
 اور ادنیٰ میں غالب کیوں ہے تو جوں
 مگر جہاں جو خندوئے لیں تو وہاں ہوتا
 شعلی دل کا لگہ کیا یہ وہ کافور ہے
 بعد ایک عمرِ دریا بار تو رہتا بارے

مگر سستہ وہ ہیں فراقِ خاندان کا
 وہم کشتِ خاطر ہے جیت دینا کا
 لکے داغِ نہیں خندہ اسے دجا کا
 کرے ہے ہر دہائی کو کامِ شہر کا
 ہیں دماغ گماں میں کے کٹھن کا
 مری لگا وہ میں ہے سب و شمعِ دیوا کا
 جہاں میں سر کی ہے خدا کا دفر کا
 خطو چاہے سے سر سرِ شہر کو ہر جا
 غبر نے کی کہ یگانہ دغا کھ چھا
 تیشِ شوق نے ہر ذرہ پانگہ لالِ اندھا
 جو ہر آئینہ کدِ طوطیِ اصلِ اندھا
 عمرِ جنت نے طعنے دلِ منکبِ اندھا
 گرتے دلِ کھول کے ہر اکبر میں اصلِ اندھا
 گریں نے کی حق تو پست لئی کہ کیا ہوتا
 وہ دن گئے کہ ادا دل سے ہجر کا تھا
 جب ہشتہ ہے کہ تھا امان گن گنا تھا
 ہجر کر گھٹس نہ ہوتا تو کیا باں ہوتا
 کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو ہر پناہ ہوتا
 کاش دھواں ہی وہ پکار کا ہوتا

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوتا۔ تو خدا ہوتا
 ہو وہی تم سے ہیں میں تو تم کیا سرگے کہنے کا
 ہوا کہت کہ غالب سرگیاں زیاد آتا ہے
 ایک آواز نہیں نہیں بیکار بارغ کا
 پہنے کے ہے جلاقت آشوب کی
 بھل کے کاہد ہر پوئی خندہ نے گل
 تازہ نہیں ہے لڑنے فکر سخن سے
 سو ہر جو عشق سے آواز ہم ہونے
 پہ لہن گل ہے پشیم میں سرگ نگہار
 بارغ گلستہ تیرا۔ بسا چاشما دل
 وہ مری چین میں سے تم چشماں بکھا
 یک امت کیش نہیں۔ جھٹلی آئینہ ہونہ
 شمع اسباب گر تھاری خاطر مست ہو گیا
 بہ لگائی نے نہ پانا آستے سرگرم خرام
 ہر سے اپنے نہ جاتا کہ وہ ہو ہو گا
 سحر عشق میں کی صنعت نے نام نہ ملے
 تھا گر میں مژدہ بار سے دل تا دم مرگ
 دل دیا جان کے کیوں نہ کہ وفادار اسد
 بحر کے ہونہ تر یاد آیا

زہرا بھو کہ ہونے نے نہ ہوا نہیں تو کیا ہوتا
 نہ تھا کہ خدا حق سے تو نہ ہو پر و ہوا ہوتا
 وہ سرگ بات پر کہنا کہ نہیں ہوتا تو کیا ہوتا
 یاس چاند میں قید ہے اور کے دل کا
 کچھ پناہ ہے ہر جہد نے خطایاں کا
 کہتے ہیں میں کہ عشق غل چدایاں کا
 ہر گاہی مستم ہیں تو ہر چرخ کا
 پر کیا کریں کہ دل ہی صد جہان کا
 یہ بیکہ فرا جھکے کے عشق کا
 ابرید۔ مشکہ کس کے دل کا
 راز مکتوب : بے رانی منوں بکھا
 چاک کرتا میں میں بے سے گر میں بکھا
 اس قدر تنگ ہوا دل کو نہیں خداں بکھا
 فنا : ہر قطرہ مسروق و مہر براں بکھا
 نہیں جس کے چشیں شمع سوزیں بکھا
 ہر قدم سدا کو میں اپنے شبتاں بکھا
 دل بیکہ تھا جس مست و ملساں بکھا
 غلی کی کہ جو کا فہرہ کو شمتاں بکھا
 دل جگر شمشاد قریاں کیا

دہ لیا تھا نہ قیامت نے نہ ہند
 سادگی اسے تھا۔ یعنی
 حضورِ مہدیؑ۔ نہ سرتِ دل
 زندگی یوں گزری جاتی
 کیا ہی غصوں سے لال ہوئی
 اور ہر اسب فریادوں کا
 پھر جسے کو چاہتا ہے خیال
 کوئی دیرانی ہی دیرانی ہے
 میں نے کہیں نہ کہیں دیکھی

ہوئی تاخیر تو کہ باہر سے بھی تھا
 تم سے جیسا ہے مجھے اپنی جہاں کا کہ
 تو مجھے پہل گیا ہر تو بہت بھلاؤں
 تیریں ہے تیرے دلی کوئی راحت کی یاد
 پہلی ایک کوئی آنکھوں کے آنکھوں کا
 نہ صحت نہ کونوں اور کچھ نہ انہی کوئی
 دیکھ کر فریاد کہیں نہ کہیں نہ
 ہر شے میں صیغہ نہیں رکھتا نہ فراد کو نام
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ کسی
 پکڑے ہاتھ میں فرشتوں کے کھنکھرتی

پھر چرا وقت سفر یاد آیا
 پھر وہ تیرا گب غم یاد آیا
 نادر کرتا تھا۔ جسک یاد آیا
 کہیں چرا راہ گندہ یاد آیا
 پھر ترا مشدہ میں کر یاد آیا
 دل سے تنگ آکے بکری یاد آیا
 دل کم گشتہ سنگ یاد آیا
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
 تنگ اٹھا یا تھا کسرا یاد آیا

آپ کہتے تھے مگر کوئی حال نہ ہو تھا
 تیریں کہ شائستہ غریب تیرے بھی تھا
 کبھی قزاق میں تیرے کوئی پلیر بھی تھا
 میں کچھ نہ کہہ سکا گر نہاد ہی زخیر بھی تھا
 بات کرنے کریں لب تشہ نقی بھی تھا
 گر کراؤں تھے قوسِ صاف تیرے بھی تھا
 جا کر تا تھا دے لے طالب تاخیر بھی تھا
 ہم ہی شستہ سرور میں وہیں پر بھی تھا
 آخر اس جن کے ترشیں کی تیر بھی تھا
 تو ہی کوئی عار و ہم حسد بھی تھا

دیکھنے کے نہیں آتا نہیں جو غالب
 لب فلک و چشما کی فرماں کا
 ہر نامیہ سدا ہی بہت ہو گاتی
 تو دوست کسی کا بھی سنگ نہ ہوا تھا
 چھوڑا ہم غلط کی طرح دست لگاتے
 تو نہیں باندھا بہت ہے ازل سے
 بہت تک کہ نہر کھا تھا تو بار کا عالم
 نہیں ملے دل آندگی یا رستہ نہیں
 دیا ہے خاص تکلیف سے ہوا غلط
 جانی تھی اسد افغانی سے مرے جیل
 شب کہ وہ بھس فرود ملوث ناموس تھا
 مشہد عاشق سے کوس تک ہو گئی ہے بنا
 مائل نصرت نہ دیکھا تیرا شکستہ تہذہ
 کیا کہوں بیاد ہی تم کی فراغت کا یہاں
 آئندہ کی پتلا سناڑے کے رو گئے
 قصہ کہ پختہ آتے گرہن نہا دیے
 عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا
 جانا ہوں اب مسرت ہستی لیے نکلے
 مرے کیا ہے دل تو رہی تم کو کہ نہیں

کہتے ہیں مانگے زمانہ میں کوئی میری تھا
 زیارت کہ میں دل آندہ لگاں کا
 نہیں دل نہیں لیب و دماغ لگاں کا
 قصوں پہ ہے وہ ظلم کہ کچھ پر ہم دھما
 غور شدہ ہوا اس کے برابر ہوا تھا
 آنکھوں میں ہے وہ غلو کہ گویا ہوا تھا
 نہیں ہفتہ ہفتہ عشرت ہوا تھا
 یہی سبقت شوق مسکونہ ہوا تھا
 میر مسرت دامن بھی ابی ترنہ ہوا تھا
 آتشکدہ جاگیر حسنہ ہوا تھا
 رشتہ ہر طرح غار کو مست لائوس تھا
 کس قدر اب ہر ایک مسرت پاؤں تھا
 دل و دل پر مست گر ایک لب ہنس تھا
 ہر کو کھا یا غنیمت دل ہے ملتے کیوس تھا
 صاحب کہ دل نہ چھوڑا چھوڑا تھا
 اس کی بھلا نہیں ہے یہ سوا قصہ تھا
 جس دل پر تار تھا لکھ و دہل نہیں رہا
 ہوں صبح شستہ دروغ بھٹن نہیں رہا
 قادیان دست و اندازے قادیان نہیں رہا



برزخ کے شوق سے دوا تینہ ہاڑ ہے
 خاک کر رہے ہیں شوق نے ہند تپا شوق
 گوئیں راہ پر کج ستر اسے روزگار
 دل سے ہے اسے کشتہ و کشتہ گئی کہاں
 یہاں شوق سے نہیں ڈرتا گھر کد
 رنگ کتا ہے کہ اہل گلی فرستے خاص جیوا
 ذوق ذوق - ساغر بخاند شیر تک ہے
 شوق ہے سماں طراز تابش راہ باب بجز
 نہیں اور کائنات کا گزرا وہ دل نشی کر ہے
 شوق سب سے شوق ہمدرد خود ہوتا چاہئے
 رہا ایک شیرازہ وشت میں اجڑا سب ہمار
 کو کہن تلاش یک مثال شیریں تھا ہمد
 فکر اس پر ہی دل کا اور ہر ریاں اپنا
 سے وہ کہیں بہت ہے زہر نہیں یارب
 شکر اک ہلندی پر اور ہم بنا سکتے
 دے وہ جس قدر کہتے ہیں تو ایسے
 دروہل کہیں کہ تک جانی کو کہلاؤں
 کہتے کہتے ست جانا آپ نے جیت جلا
 تاکہ نہ لگائی کر لیا ہے دشمن کو

یاں اختیار تا قیاس و کاہل نہیں رہا
 غمراز نگاہ اب کوئی قابل نہیں رہا
 لیکن ترسے لیاں سے غافل نہیں رہا
 ماکا ہر سبب حاصل نہیں رہا
 جس راہ پر ناز تھا بچے وہاں نہیں رہا
 عقل گئی ہے کہ وہ ہے ہر کس کا آشنا
 کر کہ شیں بہنیں پہلکا ہے ایسا آشنا
 ذوق - صبر و استقامت - وقار - ہر آکشنا
 عاقبت کا کوشش - اور توارگی کا آشنا
 میرا زانو نہ بنیں اور آریضہ تیار آشنا
 سب زبیکان صبا توارہ گل نا آشنا
 سنگ سے سر مار کر ہو سے نہ پیدا آشنا
 بن گیا رقیب آخر تھا جو راز وہاں اپنا
 آتی ہی ہوا منظور گل کو آس پاس اپنا
 فرش سے اوپر ہوتا کا شکر مکان اپنا
 ہارے آشنا بکلاؤں کا پاساں اپنا
 انگلیوں نگار زبانی غاروں پیکان اپنا
 تنگ سجد سے میرے سنگ آستان اپنا
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہر زبان اپنا

ہم کہیں گے کہ تھے کس جن میں بچا تھے
 شرم و محنت نظر میں مری قیمت یہ ہے
 زلف سے گار بجے دے کہ ہوا کا لم
 فاضل یہ وہم بھرا خود ترا ہے ورنہ یہاں
 بزم قویع سے کیش تنانہ کہ گنگ
 بہت اگر توں کرے کیا بعد ہے
 عقل کو کس تشاوت ہاتھوں میں کہ ہے
 جہاں سے جہاں ایک بگر گم ہے اسے
 جو سے باز آنے پر باز آؤں کیا
 رات دن کہ شرمی رہا تھاں
 حال کو تو اس کو ہم سمجھیں گا
 ہو سکتیوں ہمارے کے ساتھ ساتھ
 سوچ توں ہر سے گوری کون ہٹنے
 عمر جو رکھا کیا اسنے کی راد
 پہ پہلے ہی کہ کالیب کوں ہے
 خلافت ہے کلافت جلو پیدا کر سکیں سکی
 مرحبت بکشتیں دریا نہیں خود دار بنی سال
 عشق نظر سے دریا میں فنا ہو جاتا
 تو سے قسمت ہی میں صورت عقل ایچہ

بے سبب ہوں غالب دشمن آسمان چتا
 کر رہے چشم لڑیا رہا پس بڑ
 تیرے چہرے سے یہ کام پر پس بڑ
 بے شاد مہیا نہیں شہرہ گیا، کا
 حیدر زام جست ہے اس نام گاہ کا
 شرم کی سے مسدود نہ کرنا گاہ کا
 بڑ گل خیال چشم سے اس گاہ کا
 پرواز ہے وکیل سے وہ خود کا
 کھتے ہیں ہم کو نہ دکھائی کیا
 جو ہے گا کہ نہ کہ کھر میں کیا
 جب نہ ہو کہ جی تو دھوکا کھائی کیا
 باب اپنے خط کو ہم پہنچائی کیا
 آستان بار سے اللہ جانیں کیا
 رس گئے یہ وسیع کجے دکھائی کیا
 کوئی تھکا کہ رسم ستائیں کیا
 چمن نگار ہے آئینہ باد بھری کا
 بھلائی نہ تو باقی ہے دعویٰ ہوشیاری کا
 درد کا حد سے گزرتا ہے وہاں
 خدا کھا پت کے چنے ہی جہاں جہاں

مازیں کدو شیریں میمن سے بیکار سایہ لالہ سبداغ سمیٹے بہار



دل تھا کہ گشت چارہ ز دست میں تمام
اب جفا سے بھی بڑی سہم ہم اندھ
صفت سے گریہ نیند دل و دم سرور ہوا
دل سے نہ تھی نگشت خلق کا خیال
ہے بلکہ ابر ہداری کا برس کر گھٹانا
گر نہیں گشت گل کو ترے کوچ کی ہوی
جاگرتہ پر گھٹانا نماز ہوا سنے سخیل
بختے ہے جڑ گل دلی تاشا غالب

شاہد ہو مرقوب لب جھل پند آیا
بغیر چلانی نہیں ہی چاہو اسل ہے
ہوئے سیر گل آئینہ ہے صری قافل
براست خندہ تاسراں دخل لایا بگرہ دہ
نہ جگہ کس دیوانہ کی سے ذوق کھیرا
بخت نمکین کے گلن آسید بلاناغی ہے
مرزا یارین عشق و ناگزیر افسانہ ہستی
بند و ظہوت ہے ساقی خاں شندہ کا کیڑی

مٹ گیا گشت میرا ہی خندہ کا دھوا ہوا
اس قدر دلیں اور باسب دلا ہوا
باور آ رہا دھوا پانی کا دھوا ہوا
برگی کوشت سے نالیں کا بھدا ہوا
مدتے مدتے غم فرقت میں خفا ہوا
کیس ہے گردو جو لایں مہیا ہوا
و کہہ برسات میں سیر آئینہ کا ہوا
پشمش کو چاہیے ہر رنگش کا ہوا

تاشا شہر یک گشت نہیں صد دل پند آیا
کشتا بی کو جارا صفت دھجھل پند آیا
کو انداز بھل مسطی بی کل پند آیا
سہار کا کھسہ نمودار جانی درد مند آیا
جہاں ہوا رفتار ہے عشق قدم سیرا
کچن شعلہ کی سے نکلیں لے کے دم سیرا
جہاں دست برق کی کڑا ہوں دھڑل مٹا
یاد دیریا نے ہے تو میں نہیں دھڑل

ب

پھر تیرا وقت کہ ہر بال کنگھوں شرب
 پھر بخت و بچہ سہ سستی اسیا پ بچ
 جو کجا فرقہ سے بہت دسا رکھتا ہے
 ہے یہ برسات و موسم کہ جب کیا ہے اگر
 چاروں اضفی ہے طوفان طرب سے ہر نو
 جس قدر بھی نکالی ہے بکرتشتہ نماز
 بسکہ دوشہ ہے رگہ ہنگ میں قہل ہر ہکر
 سوچ گل سے چٹا گل ہے گزراؤ خیال
 لطف کے پردے میں ہے کو تافا سے عالم
 ایک عالم ہی طوفانی کینہ ہے فیصل
 شرب ہنگہ دہستی ہے خستہ موسم گل
 ہوش گئے ہیں سہ ہنگہ گل دیکھ کہ
 دے دوئے کہ دل دوست شارب شرب
 سارے جنگ میں جاتی ہے ہوا میں شرب
 سر سے گزرتی ہے بال ہوا میں شرب
 میں ہستی کو کہتے فیض ہوا میں شرب
 میں گل میں شفق میں صبا میں شرب
 دے ہے لکھیں ہم قہب ہوا میں شرب
 شہر رنگ سے ہے بال گل میں شرب
 ہے قصور میں زبیر میں شرب
 بسکہ کوئی ہے صبر نہ دتا میں شرب
 سوز ہنگہ زخمی سے تار میں شرب
 سوز قہلو : دریا ہے غشا میں شرب
 پھر ہوا وقت کہ ہر بال کنگھوں شرب

ت

افسوس کہ وداں کا کیا رزق ملک نے
 کافی ہے فٹانی قری سہلے کا دنیا
 میں لوگوں کی حق و حشر و غشہ گزشت
 کافی ہے دیکھ کے ہمت سز گشت

کھتا ہوں کہ دوست بہل سے غمی گرم
 رہا کر کنی تا قیامت سلامت
 بلکہ کہ مرے عشقِ نون تا بہ شرب
 علی اور جم و شمشید و قاہوں
 نہیں مگر سرورِ برگ اور اکب سنی
 نند گیش کہو تھے ہی کہو تھے اکھیں غالب
 آہ خطا سے ہوا ہے سو ہم بانہ دوست
 اسے دلِ نا عاقبت از غیشِ نبیلا شوق کر
 خاند ویراں سا نانی حیرت کا شاہ کیجئے
 عشق میں جیوا را نگ بھرے لدا گئے
 بہ شرم باروشن کداس جودہ کا دل شاد ہے
 فیروہوں کر تا ہے میری کہن شیں کہہ کر میں
 بلکہ میں غنوں کہے شیں کی دستانِ دل ملک
 جیکر میں کرتا ہوں اپنا شکوہ صنوبر داغ
 دیکھ چکے بلکہ کو روئے دیکھ رہا ہے مگر
 میراں اسے دشمن کی شکایت سکھئے
 غزل اپنی بکھر ہی سے پہنچائی ہے آپ

تاکہ نہ کے کنی مرے حوت پر انگشت
 بھر کر روز مرا ہے خیرت سلامت
 لگے ہے خداوندِ سلامت
 بہدک بہدک سلامت سلامت
 تا شائے نیرنگِ صحت سلامت
 یار لائے ہریاں ہیں وہ اُسے چکس وقت
 دودِ عشقِ کشتہ کا شایہ نظم و شمار دوست
 کون اسکا ہے تا پ ہونہ و بار دوست
 صورتِ عشقِ قدم ہیں دگر ہنگام دوست
 کشہ دشمن ہیں اگر کہہ قلیار دوست
 یون پر غوں بہارا ساغر سرشار دوست
 بخت دوست ہم جیسے کنی خواہ دوست
 بکھو دینا ہے پیام وعدہ دیدار دوست
 سر کرے ہے دوہو چرخِ سخنِ بزم دوست
 ہنس کے کہ ہے بیانی غمی گناہ دوست
 یا بیاں کہ سپاسِ لذتِ تھار دوست
 ہے در بیتِ شعر غی غالب نامِ بزم دوست



ج

گلشن میں زندہ بہت ہر گھبراہٹ ہے آن
آگاہ ہے ایک بادشاہ ہر نفس کے ساتھ
لے عافیت کا دگر اسے آنکھ سام مل
دوم ہر نفس عشق کے تار دار ہیں

قوی کا خلق ملتا ہر وہی در بہت آن
تا جہش نسبت ہر شکار اثر ہے آن
بہت ہے گریہ وہ چہا ہر وہ ہے آن
ہر گاہ کہ نہ ہو تو سہا کا کیا طمان

ج

نفس خدا نہیں آندہ سے باہر کھینچ
کمال گری سہی کا شش وہ نہ چھ
تھے بھاد دامت سہا انکھ نہ دل
نہی ہر وقت ہے بہت غدارہ ز گس
وہ ہم غم نہ ہوا کہ نہی در بہت ناز
ہوے قہر میں ہے ہر سہا نہی نہی

اگر شراب نہیں انکھ ہر گاہ کھینچ
ہر گاہ ہر سہا نہی نہی نہی نہی
کیا ہے کہ نہی نہی نہی نہی نہی
ہر گاہ ہر سہا نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی
ہر گاہ ہر سہا نہی نہی نہی نہی

نفس غم نہی نہی نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی

ہر گاہ ہر سہا نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی
نہی نہی نہی نہی نہی نہی نہی

خوں ہے وہی خاک میں مل جاتی ہیں
 درغیر عرض نہیں چسپیداد کو جا
 ہے جس والی ہوں گے چنے کوشش مرع
 کن یہ ہے عریب سے مراد سخن عشق
 غم سے مراد ہیں کہ انھیں مینا میں کوئی
 آئے ہے بیکسی عشق پر دہا غالب

ان کے ماضی ہونے محتاج خاکیر سے ہوا
 اگر ناز ہے سوسر سے خاکیر سے ہوا
 چاک ہوتا ہے گریاں سے ہوا میر سے ہوا
 ہے گھر لپ ساقی یہ صلا میر سے ہوا
 کو کرے تفریت ہر دو وفا میر سے ہوا
 کس کے گھر ہا ٹیکہ سیلاب لا میر سے ہوا

۱۰ سے ہیں وہ یہ پیش کشدور دور
 دوزخا شک نے کا شاد کا کیا یہ رنگ
 نہیں ہے سایہ کو رخ کو غور یہ جہم ہوا
 ہوتی ہے کس قدر اور زانی سے جہم ہوا
 جو ہے جیسے سرود اسے انتظار تو آ
 جہم گر یہ کاس لہان کب کیا میں نے
 وہ آواز مرے ہمای میں تو سانسے سے
 نظری کھنگے سے یہ خبر ہے گھر کی آبادی
 دیوچہ بھاری پیشی تقدم سیلاب
 نہ کہ کسی سے کہ غالب نہیں نہ سانسوں
 گھر جب بتا لیا تو سے دور ہے کے بغیر

نگاہ عشق کو نہیں بال و پر دور دور
 کہ ہو گئے مرے دور دور دور دور
 گئے ہیں چند مستدم ہر شکر دور دور
 کاست ہے تیرے کو چوں ہر دور دور دور
 کہ ہیں دکھائی مستار غم دور دور دور
 کہ اگر چہ سے دوسرے ہاتھوں دور دور دور
 ہونے مستدام دور دور دور دور دور
 ہیستہ دوسرے ہیں ہم دیکھ کر دور دور دور
 کہ تپتے ہیں چہ سے سوسر دور دور دور
 عریب دہر جہمت مگر دور دور دور
 ہاتھ لگایا بھی تو نہرا گھر کے بغیر

کہتے ہیں جیسی نہ ملے طاقت نہ
 کام اس سے بڑا ہے کہ کج جہان میں
 حق کی پختہ چٹائی سے دگر نہ ہم
 پھونکے ہیں اس سے کافر کا پھونکا
 مقصد ہے کافر و فاجر کے انگلیوں میں کام
 برین پر مشابہت حق کی گشت کو
 ہرگز نہیں تو پاس پہنچے وہاں انکسار
 غالب : ذکر حضور میں تو بار بار عرض
 کیوں نہیں کیا نہ تا سب پہنچ بار دیکھ کر
 آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں کے
 کیا آبرو سے ملحق جہاں عام ہو جہاں
 آتا ہے میرے حق کو پر جوش رنگ کے
 ثابت ہو رہے گردن مینا پر غیبت سلسل
 دامس تاکہ یاد کے گھنٹا ستم سے اتھ
 یک جہاں ہے ہم آپ متاع حق کے ساتھ
 زُناں بازہ شہسود و تار تار
 ان کو جس سے ہاتھ کے گھر دیکھا تھا میں
 کیا ہاتھ ہے جس سے کہ آئینہ میں عرس
 کرتی تھی ہم پر حق تجسبی نہ ظہر ہے

ہاتھ کی کمال کی ہیں کہ نگر کے بغیر
 یوں نہ کوئی نام سنگ کے بغیر
 سرخسٹا راستہ نہ رہیں پر کے بغیر
 چھوڑے نہ خلق کو ملے کافر کے بغیر
 چلا نہیں ہے ہاتھ نہ نگر کے بغیر
 حق نہیں ہے باور و سامع کے بغیر
 سنا نہیں جوں بات کر کے بغیر
 تار پر تیر وصال سب ہی پر کے بغیر
 جہاں ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر
 سرگرم تاملاتے شہسود دیکھ کر
 دیکھ جوں تم کو ہے سب تار دیکھ کر
 مڑتا ہوں اس کے ہاتھ میں تار دیکھ کر
 رز سے ہے صبح سے تری تار دیکھ کر
 ہم کو سندھیں لٹکتے تار دیکھ کر
 لیکن میساہ علی حسد دیکھ کر
 رورہ چلے ہے راد کو ہوا دیکھ کر
 ہی خوش ہوا ہے راد کو پڑخار دیکھ کر
 طوطی کا عکس ہے راد دیکھ کر
 اسی ہے ہی باور ظہر ہے حق غور دیکھ کر

سر پہ زنا وہ غالب شہید و حال کا
 لڑتا ہے سرا دل ز دست سرور و حال پر
 نہ بھولی حضرت یوسفؑ کے یاں بھی خاندانی
 فنا خلیج میں بج دی ہوں اس زمانے سے
 فرقت کس قدر رہتی ہے خوشی ہر دم سے
 نہیں اچھلے گشتیں کئی طوبہ باز ایک
 بکھاپ دیکھ کر ابر شفیق کو وہ یاد کیا
 بھسنی وادہ عشق ناز کیا باقی راہ گما
 زو ناخ سے غالب کیا جا کر ہر شہادت کی
 ہے جگر ہر گنہ گار کے شام سے میں نشان ہو
 یاد وہ نہ بھی دیکھیں گے مری بات
 ہر دم سے ہے کیا اس جگہ ناز کو جو نہ
 تم شہر میں رہ تو میں کیا غم بہا نہیں گے
 ہر چند شکست ہوئے جسے شکست نہیں
 ہے خون جگر و شریں دل کھول کے روتا
 مرتابوں اس آؤ نہ ہر چند سر آزا جائے
 لوگوں کو ہے غور شہید جہن تاب کا دھکا
 لیکن اگر دل میں رہتا کوئی دم نہیں
 پائے نہیں جب وہ تو چہ جانتے ہیں نئے

یاد آگیا جسے نری دیوار دکھ کر
 میں ہوں وہ قطر شہر کہ ہو غار و جالی پر
 سفیدی دیکھ بیوقوف کی پھرتی ہے نفس پر
 کہ جنوں دم لے لیت کھتا تھا دیوار و ستار پر
 ہم گر صلح کرتے ہارائے دل شکست پر
 کو پیشہ پیشہ جس کی نہروئے غم خواں پر
 کو وقت میں نری بات جتنی جتنی گستاخ پر
 قیامت کی ہوا ہے تہ سے غالب شہید پر
 ہمارا بھی تو آخر نہ چلتا ہے گریباں پر
 کرتے ہیں بہت تو گزرتا ہے گستاخ پر
 دے سر دل میں کو جو دوسرے کو نہیں ہو
 ہے خیر سحر گر اس کی ہے کہاں ہو
 لے لائیں گے ہمارے ہاگر دل وہاں ہو
 ہم ہیں تو ابھی داد میں ہے تپ گریں ہو
 ہوتے ہو کئی دیداد غصہ اب نشان ہو
 جھڑکوں لیکن وہ سکے جائیں کہ ہیں ہو
 ہر روز دکھانا ہیں میں اس داریں نہیں ہو
 کہ تاج نہ رہ سکاں میں آؤ و نشان ہو
 رکھی ہے مری جتنی تو جہتی ہے وہاں ہو

ہیں اور بھی دنیا میں سزاوارست اپنے
 صفا سے صیرت کیلئے ہے سامانِ رنگِ ناز
 مکی سدا پیشِ ہوا نے تدبیرِ دشت کی
 جنوں کی دستگیری کس سے ہو اگر ہو نافرمانی
 برنگِ کافورِ آتشِ نازِ غیرِ گیب بے تابی
 فلک سے دم کو پیشِ ہڈی کا کیا کیا تھا غما ہے
 ہم ہر دو بے سبب رخِ آتشِ دشمن کو دکھتا ہے
 تھا کہ سوئپ کر مشتاق سے پہلی ہی غفلت کا
 اسوہل سے جس انداز کا قافی سے کتا ہے
 شکرِ حسنِ صفتِ حسن کی تو باری تھیں
 ہر دم تھا کہ دیکھ مراد سے کوئی دن اور
 مٹ جانے کا سہرا گر تارِ بخت نہ گئے گا
 آنے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں
 جانتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو نہیں گئے
 اُس سے فلک پر جس تھا ایسی قدرت
 تم ابو شبِ چارِ دم سے سہے گھر کے
 تم کہن سے تھے ایسے کہتے اور ستارے
 جو سے تھیں غرت سے تیر سے (مثنوی)
 گزری نہ ہر حال و غمت خوش و ناخوش

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیان اور
 تھیں نہ پر ہوا ناز کا پانا ہے رنگِ ناز
 ہو اہمِ نذر بھی سکے درخِ پناہ گز
 گریں چاک کا حق پر کیا ہے میری کوئی پر
 ہزار آئینہ دل باندھے ہے ہاں ایک تھیں پر
 متاعِ بڑا کو جسکے ہوئے ہیں غرض و جزا ہے
 شعلہ ہر سے تختِ لگی کی چشمِ دو زن پر
 فروغِ دلِ عاقل کا ہے سو آفتِ سخن کا
 خوشنقِ نازِ گرِ خونِ دو عالمِ بے سبب کوئی پر
 غفلتِ بظرفِ دل جانکا تھو سارِ قیامِ آخر
 تھانے گئے کہیں اب رو تھانے کوئی دن اور
 ہوں اور تو سے نامیہِ حسرت کوئی دن اور
 مانا کہ ہمیشہ نہیں رہا کوئی دن اور
 کیا خوب قیامت کا ہے گرا کوئی دن اور
 کیا حیرتِ بگڑتا جو نہ رہا کوئی دن اور
 پھر کہیں نہ رہا گھر کا وہ غفلت کوئی دن اور
 کرنا تک غفلت تھا غما کوئی دن اور
 پہلوں کا بھی دیکھا نہ تھا کوئی دن اور
 کرنا تھا جس طرح گرا رہا کوئی دن اور

اوس پریم کہتے ہیں کہ کہیں جیسے ہر غالب قسمت میں ہے مرے کی تنہا کوئی دن اور

ز

خام بکے نہ جان کہ ہانسیہ فی دہر
ہے باز مٹساں نڈاز دست و دست
بجائے جسک میں یہاں خاک بھی نہیں
موجوں پہ شکل میں فانی نیاز
نہو ہر نہ سبب اس خندا دم دہر
دھالی ہوا کاٹا سپر پروانہ کھل
ہر ایک لڑا عاشق ہے کھٹک چرت
نہا چو دست بھانڈا ہنس غالب
دست سہی کرم دیکھ کہ سر نہا سپر خاک
یک دم کھنکھش نڈازے سوز وشت
کیے نگراں نیت سے دیکھیں جان عزیز
دل سے لگا پڑ نہ لگا دل سے
تاب لاتے ہی ہتے کی غالب
نہ لگی نرسہوں نہ پروا ساز
نہو نہ کھنکھش نسیم کا گل
ہات لگیں نرسہ پر سہاوی

ہے دایا عشق نہ نیت سبب و گلن ہنوز
ہیں گل فرو شش شوقی دایا کس ہنوز
غیبتاں لکھتے ہے بہت سبب دایا ہنوز
دعا قبول ہو یا وہب کہ غم خضر و سار
ہنوز ترے کھنکھش ہے شیشہ فروزا
کہ دھنکے شیشہ شکار کو پروزا
گلی دھنکے پڑتے پر نچائے پلوہ ناز
جہاں دیکھا سنگوں سے ایک چٹکا نڈاز
گندے ہے آہ پادار نرسہ یار ہنوز
نکھن پاد میں ہے شب گری و نڈاز ہنوز
کیا نہیں ہے سکے زبان عزیز
ہے قند نرسہ کا بیکان عزیز
دائر خست ہے اور جان عزیز
میں جوں ہی شکست کی نڈاز
میں اور نہ جیسا سے دور دور
ہم ہی اور نہ اسے یہت گداز

بھوں گرفتار افسوس میرا
 وہ بھی دن ہو کہ اسی سنگ سے
 نہیں مل میں سے وہ قطرہ غم
 اسے تباہ ہو دیکھ مستطیعین
 تو یہ اہل سلاہ گرفتار کس
 جو کہ ہر چہ تو کچھ غیب تھا
 اس قدر اندھ خاص مستطیعین
 دوزخ باقی ہے طاقت پرور
 آلاکھوں پہاڑے سرست
 پس سے مٹا دیں دہو گھاڑ
 اسے تو مسلم سرسہ افلا
 رہا شش چہند چہ بیس نیاز
 میرا غیب اور تو غیب توڑ
 اسے درخشاہ و سوشاہ باز

س

مرزا اسے ذوق میری کہ نظر آتا ہے
 جگر تشنہ آزار شعلہ ہوا
 نہ گھٹیں کوئی کہتی کوئی آکھیں ہے
 میں ہی رنگ رنگ کے نہ چہ نہیں کوئی
 دیکھ شیریں با بیٹھے لیکن اسے دل
 دیکھا جسکو میں بسکہ تو کرتا ہے
 رنگ بھونکے سرخاب و شش ہے
 دام غالی قفس مرغ گرفتار کے پاس
 جیسے کون ہم نے بھائی تھی ہر قدر کے پاس
 خوب وقت آئے تم اس صحنہ چار کے پاس
 دہشتہ تک تیر رہا ہمارے خوار کے پاس
 نکلتے ہو جیسے لوہاں دل آزار کے پاس
 نور کا وہ پہلے ہے گل کوئی دستار کے پاس
 بیٹھا اس کا وہ اگر تری چار کے پاس

ش

زنجیر سے گزریں جو حرکات ہمزاد سے
 لگے غلامانہ میں دوسے کا رخصت

فروغ حسن سے ہوتی ہے جلی شعلہ عاشق دلکھ شمع کے پاسے کاسے گر دغا پس

ع

جلد زور ہو کہ وقت شام ہے کار شعلہ پہنچا کر تاجے اواز سے تلو شمع جلی
پہنچا گار سے ہے سوز جھلکا دانی شمع ہوئی ہے شمع شعلہ گل سب زنگانی شمع
زبان ملی نہاں میں ہے مرگ خاموشی نہ بات بزم میں روکش ہوئی نہ باقی شمع
کرتے ہے حرمت بدایا ہے شعلہ قصہ تمام بطور دلی قاسے قسا ز نواہی شمع
غم اس کو حسرت پر داز کا ہے اسے شعلہ ترے لڑنے سے گاہر ہے ناگہانی شمع
ترے خیال سے دوح اوڑھ کر کرتی ہے بھسلا درجی باد و برفشانی شمع
نشاہ داغ غم عشق کی ہمارے در پہ شکستگی ہے شیبہ گل حسدانی شمع
چلتے ہے دیکھ گئے بالین یا پر بھوکو نکلیں ہو دل پر مرے دلخ بہ گمانی شمع

ف

ہم دقیب سے نہیں کرتے قاصد ہوش مجھریاں تنگ ہوئے اسے اختیاریت
جدا ہے الگ کرکین ہم کہ باہیں گئے اسے ناگہانی غم شعلہ باجیت

ک

زخمی ہو چکر کیں کیں طعانون پہچا تنگ کیا مزہ آتا اگر پھر میں میں ہے تنگ
گودا دیار ہے سامان نام نہ سنہ ال وہ کھاتا ہے چل میں کس نہ پیدا تنگ

بلکہ کو اور اتنی رہے تھے گو ہمارے چہرے
 نور و جلال تھا کہ اگر کسی کا گناہ
 وہ دیکھتا ہے سر سے زخم ہلکے کی دھواں
 پھر نہ کہ جہان ہی پر جو عاشق بیعت ہے
 فیروز کی منت و بکھیر تھے پہلے تو غیر دور
 یاد ہی غالب تھے وہاں کہ وہ فراق میں
 آؤ کہ چاہتے تھے کہ مر اتر جو سنے تھے
 وہم پر ہوا میں ہے صفحہ کا مہر تھے
 عاشق میرے حجب اور دستا بیاب
 ہم نے دانا کہ تھا فراق کے یوں
 نہ کہ نور سے ہے شمع کو خفا کی تسلیم
 ایک نظر بہش میں فرستے بستی عاشق
 غم بستی کا اسد کس سے ہو بزرگ میں

نہ کہ میں کا اور نہ کہ خنداں کا تھک
 گرد و ساحل ہے درخشم چہرہ ہلک
 یاد کرتا ہے کھلنے کے چہرے ہلک
 دل حجب کرتا ہے نہ کہ وہاں ہلک
 زخم میں خنداں خفاں ہے سستا ہلک
 زخم سے کہتا نہیں کہیں ہے چہرہ خفاں
 کون دیکھتا ہے قوی زخم کے سر ہلک
 دیکھیں کہ اگر ہے چہرہ ہلک وہاں کہ ہلک
 دل کا کیا رنگ کریں توں جگر ہلک
 خاک ہو جائے گے ہم کو کسیر ہلک
 یہ کہی ہیں ایک مہر سے کی نظر ہلک
 گری زخم ہے ایک دھن سستہ ہلک
 شمع ہر رنگ میں جلتی ہے کس ہلک

ح

ہے کہ کو کہ نہیں وہاں ہلک
 ہے ہر غم سوتہ دل کا شہر ہلک
 یعنی ہر ایک دل ہے وہاں ہلک
 ہے کہ کو کہ نہیں وہاں ہلک



یک نظر میں جیسے فرست جتی غافل گزشتی بزم ہے اک دھن شر ہوئے نیک

ل

ہے کس قدر خاک فریب و خاکے گل
 آئنا دی شہسوار ک کہ ہر طرف
 برآوردن سوئے رنگ کے گہر گہر گیا
 خوش حال شریعت پر سید مست کا گویا
 رجا و کرتی ہے جوتے تیرے لیے بہار
 شربت نہ دیکھتے ہیں سکے باوجود سے
 سلطنت سے تیرے سوا نہ شین خود کی
 تیرے ہی جلو کا ہے یہ صحران کائنات رنگ
 غالب بلکہ چانس سے ہم آفرینی آرزو
 ایس کے کار و بار پر میں غنہ و غمے گل
 تو نے نہ سے ہی حلقہ تمام پر سے گل
 لے دے سے تا وہ لب فرخیں تو سے گل
 بکھار ہر شل مایہ گل سے پیاسے گل
 بیزار و قریب ہے شمس طر سے گل
 پیاسے ہے غروب دل پہ جانے گل
 غم ہے ہی گاویں رنگ و بو سے گل
 ہے اختیار و نواز ہے گل لہجہ سے گل
 بھی کا خیال ہے گل یہ تپ سے گل

م

غم نہیں وہ تاج نہ اس کو بیڑی از یک شمس
 مصلحتیں ہم کو سے ہے گنجد از خیال
 دایم و یک جہاں رنگ پر سید الی نہیں
 مصلحت سے سے لے نکالت ہے چنگ بستر
 دایم الجہاں میں ہی ہر لکھن قناریں اسد
 بہ ناز حاصل دل بستگی اسد ہم کر
 برق سے کرتے ہیں روشن شمع اتم خانہ ہم
 میں دہلی گردانی زیر ملک یک بت خانہ ہم
 رنگ ہمسرا خان شہبستانیں دل پہ خانہ ہم
 دیں وہاں نگہ گاہ ہنسب سر خانہ ہم
 جانتے ہیں سبوتا پر غلوں کو زلف خانہ ہم
 متاع خانہ زنجیر سر جز صفا سلوٹ

ہم کو دارِ غیر میں ملا وطن سے دور
 وہ مطلقاً غفلت نہیں میں میں سے خدا
 ملک کی مر سے خدا نے مری یکسی کی شرم
 ملک کی پیروی سے دوسری داسگی کی شرم

ن

ہوں کام بہت غصے سے یک خواب خوش شے
 وہ فراق اور وہ گسالی کہاں
 وہ شب و روز وہ گسالی کہاں
 زوئی انگڑی چست سالی کہاں
 شہر سودا سے خط و قال کہاں
 اب وہ رستائی نیالی کہاں
 دل میں طاقت جگر میں حال کہاں
 وہں جو جاؤں گرہ میں مالی کہاں
 میں کسائی لورہ وہ بال کہاں
 وہ منہ میں استعمال کہاں
 کی دغا ہم سے تو فرماں کو جھٹکتے ہیں
 آج ہم اپنی پریشانی غالب بن سے
 آگے دھڑکتے ہیں یہ لوگ انہیں کہہ کر
 دل میں آجائے ہے ہوتی ہے جو خوشی ہے
 ہے بے سرو اور ایک سے اپنا جود
 پائے انکار پہ جب تک تھے بسم آج ہے

غالب یہ غزل ہے کہ کلاں سے لڑا کہیں
 وہ شب و روز وہ گسالی کہاں
 زوئی انگڑی چست سالی کہاں
 شہر سودا سے خط و قال کہاں
 اب وہ رستائی نیالی کہاں
 دل میں طاقت جگر میں حال کہاں
 وہں جو جاؤں گرہ میں مالی کہاں
 میں کسائی لورہ وہ بال کہاں
 وہ منہ میں استعمال کہاں
 ہوتی آئی ہے کہ انہیں کو بڑا کہتے ہیں
 کہتے جاتے تو ہیں یہ دیکھتے کیا کہتے ہیں
 جو سنے دھمکے کو اندوہ رہا کہتے ہیں
 اور ہر کون سے نالے کو رہا کہتے ہیں
 جیتے کو اہل تلکس قسودنا کہتے ہیں
 غیورہ کو ترے ہسم ہر گاہ کہتے ہیں

اک شہر دل میں جس کو نگہ بگایا
 دیکھتے تھے اس شمع کی نوبت کیا رنگ
 دشت پوشیدہ سریش کوں شادیہ
 آبرو کیا خاک نشیں گل کی ہر گلشن میں نہیں
 ضعت سے لے کر کچھ باقی رہتی میں نہیں
 ہو گئے ہیں مٹ ابرا ہے غم آفتاب
 کیا کہوں تار کی زندگی ختم اندھیر ہے
 روتی بستی ہے عشق طائر ورس ساز ہے
 زخم سلوا سے سبھ پر بار ہوئی کا بچلن
 بسکے ہیں ہم اک پہلو تاز کے در سے ہوئے
 قطرہ حقو اک بیوی ہے سنے تاسو کا
 لے کن ساقی کی عزت مست سرم آستان میں
 ہوش و ضعت میں کیا ناتوانی کی خود
 حق دلیں میں شان کیا غالب کہ بغیر تیرے
 غصے سے مچ تاز کے باہر ڈاسکا
 جلتے ہیں پرشما سے کتا دوسرے دل
 میں اور جد ہزار تو اسے مسکرا غرض
 غلام مرے گھس سے کئے غفلت چاہ
 میراں جو گئے بلو سکے چاہو جس وقت

اک محراب کج ہم کو جو ہوا کہتے ہیں
 اس کی ہر بات ہم نام خدا کہتے ہیں
 مر گیا غالب آشفہ خدا کہتے ہیں
 ہے گریباں شہ پر ہی جو دلیں میں نہیں
 رنگہ کر دکایا جو غول کو دلیں میں نہیں
 قندے اس کے گھر کی ہر کھڑکی میں نہیں
 پتہ خود سچ سے حکم جس کے دلیں میں نہیں
 اجس بے شمع ہے گر رقی غریب میں نہیں
 غیر بکھا ہے کو لذت زخم سوزن میں نہیں
 جوں گل کے سوا کہ اپنے وطن میں نہیں
 غول میں باقی درد سے طالع سہہ تن میں نہیں
 صبح سے کی توجہ رنگ بیتا کی گردن میں نہیں
 قد کے بھٹکے کی بھی گھڑی سے تن میں نہیں
 ہے گھٹت ہیں وہ مشیت شمس کا گھن میں نہیں
 گرنگ ادرا ہو تو اسے پانی تھا کوں
 ہر تار دھت کو نگہ سرچا کوں
 تو اور ایک وہ نشہ بند کیا کوں
 ہے ہے خدا ذکر وہ چھجے ہر خاکوں
 میں گیا وقت نہیں ہوں کہ ہر آہی نہ کوں

ضعف و عجزت افروز کا شکار کیا ہے
 زہر دہن میں جس کو سستہ سنگ درد
 ہم سے کل باز وقت ہے چنی ایک دن
 تو نام نہ بنائے مسامحان ہج
 فرض کی دینے تھے لیکن مجھے لکھاں
 خزانے تم کو ہی اسے دل غیبت چلنے
 وصل امیر اس سبب از کا مشورہ نہیں
 ہم پر خدا سے ترک ادا کا گناہ نہیں
 کس سے نہ ملے کیونکہ اس وقت خاص کا
 ہم کہ ختم عروج مستلزم کرم حسن
 ہو نہیں سدا دیکھتے کوشش نام ہی کسی
 ہر چند جا نگہازی ضرور صاحب ہے
 ہاں صوبہ ترقی نامی ہی مزہ ہے
 فخر سے چہرہ پر اگر دل نہ ہو دشمن
 ہے جس کی سبب دل کا کشمکش ہونہ
 نقصان نہیں ہونہ ہی ہستہ ہو گزراہ
 کہتے ہو کہ لکھا چندی سوزشت میں
 یا انمول اس سے داد کو اپنے کام کی
 جاں ہے بدستہ ہو لشکریوں کے بھی

بات کہ سرتو نہیں ہے کہ خدا ہی دسکیں
 کیا قسم ہے تیرے لے کی گناہی دسکیں
 درد ہم پہنچے لے کہ نہ سستی یکساں
 اس بندی کے چھوڑی چھوڑی ایکساں
 رنگ و رنگی بدی فاقہ سستی یکساں
 لے صواب و جا کا یہ سبب سستی یکساں
 ہم ہی کر چنے تھے غالب یہ چنی یکساں
 ایک چیز ہے اگر مراد اکل نہیں
 پر سن ہے اور اپنے حق دیریں نہیں
 نامرمان نہیں ہے اگر مرمان نہیں
 آخر زبانی تو رکھتے ہو تم گواہ نہیں
 ہر چند پشت گری تاب و تاب نہیں
 لیسہ پردہ سچ زمرہ اکل نہیں
 دل میں چھوڑ دو اگر تو چھوڑ نہیں
 ہے ہمارے دل میں اگر کھڑا نہیں
 سو گزریں کے ہمارے دل میں نہیں
 گواہ نہیں پہنچتے کاشاں نہیں
 حق اکل نہیں کہ ہر ہر ہستی نہیں
 غالب کو کوا تھا ہے کہ گواہ نہیں



ماتھے پر پھر کسی کلب بام پر ہیں زلف سیاہ رخ پریشاں گئے ہوئے

باغ دشت نورانی کوئی تو کب نہیں
 شوق میں شمعیں لٹکتے ہیں لہلہ کر جہاں
 صورتِ الفت آنکھوں میں جاتی ہے
 رنج و غم سے دل بکھریاں گداہیں
 سرگودا ہے جہاں رنج سرا تھا ہر جگہ
 جب کہم در صفتِ بیکار و گستاخی ہے
 غالبِ دعا و عہد ہے قولِ آقا
 مست مرگیاں ہو رہیں کھرنگاریں
 برنگاں گرنے عاشق ہے دیکھا پا ہے
 آنکھت گل سے خطا ہے دعویٰ و کشتی
 جوشِ تاثیر سے غمید نہیں
 سلطنتِ دست بہت اٹی ہے
 ہے چلی تری سداں و جا
 رہِ مستون نہ دوا ہو جائے
 گردنِ رنگ طرچہ کا ڈر ہے
 کتھے ہیں جیتے ہیں امیدِ ناک
 جہاں تیرے شمعیں شمع دم دیکھتے ہیں
 دلِ ہشتنگاں خالی کچے دہن کے
 تیرے سروِ قامت سے کھ تو نام

ایک پتھر چھپے ہواں میں غم نہیں
 جاوے نہیں سرِ دگر روئے تصویر نہیں
 جاوے مار و گناہ و رنجِ شمشیر نہیں
 فوٹی ہیں اگر تار زہنی کش تاثیر نہیں
 الفت سنگ باغِ آفتاب نہیں
 کوئی تصویر کبھی نہ صفتِ تصویر نہیں
 آپ بے سرو ہے جو مستحقِ تیر نہیں
 ہی ہی سوزِ دلِ شمع ہی نہیں
 کھل گئی ہر شمعِ گل تو جیسے جہم جہم
 سرو ہے با صفتِ آواز ہی گر کلام جہم
 جہاں شمع ہی شمع ہی نہیں
 جام سے خاتمِ شمشیر نہیں
 قند سے ہر راقمِ غم شمشیر نہیں
 در در جہاں میں کچھ جہم نہیں
 غمِ حسرت ہی حسرت نہیں
 ہم گویا جہم کی جہم نہیں
 تیاں تیاں تیاں باں و دم دیکھتے ہیں
 سوزِ دل ہی سوزِ دل دیکھتے ہیں
 قیامت کے وقت کو کم دیکھتے ہیں

عاشق کرا سے تم آئیں سہیلی
 شوقِ قربتِ دل سے دل سے
 بنا کر تیرے کام میں غائب
 اہل حق سے غریبے تیرے تیرا صاحب
 کب سے میں کیا بتاؤں صلیب
 تیرا ہر دستاویز میں آئے مسرور
 کام سے آئے آئے لاکھ لاکھ
 لڑکے کب تک کی ہنسی میں آنا
 ہر سنگ و پلاہ فریب دس دیا ہے
 میں غریب میں دلیں میں غریب
 میں ہر حال میں خفا ساز بات ہے
 ہے تیرے چہرے میں اندر صاحب کے
 دیکھیں لگاؤ ایک جیسے آنگاہ کا
 وہ تاروں میں خوں کی بار بار جگہ پاسے
 وہ خستہ دھڑا سبلیں میں دکھ آئے
 غالب چلی شہباز باب کی گئی
 کل کے لیے کراہی نہایت شہباز
 ہی آئی کہیں آئی کی ایک نہ تھی ہند
 ہی کیوں گئے غنی جتنی سے ہم طرح

تھے کس ترنا سے ہم دیکھتے ہی
 کوشبِ نہ کا عشقِ تمام دیکھتے ہی
 تاشا سے اہل کرم دیکھتے ہی
 کافر میں مگر نہ غنی ہر داحت صاحب
 شب سے ہم کو بھی دیکھ کر صاحب
 آئے کا حد کر گئے آئے ہر صاحب
 میں ہر نگاہوں میں دیکھیں گے ہر صاحب
 ساتی کے کہ لانا دیا ہر شہباز
 کیوں ہر گاہوں میں دیکھ کر صاحب
 ڈالے تم کو دے کس ہی ہر صاحب
 ہر تیرے دلیں میں گویا غریب
 ہے ایک غنیمت کی ہر غریب صاحب
 لاکھوں تار ایک جیسے صاحب
 میں تار سے لگاؤ دے ایک صاحب
 میں سر سے خستہ دھڑا سبلیں
 رہتا ہوں ہر دھڑا شہباز صاحب
 ہر دلیں سے ساتی کوڑے کی ہر
 گستاخی فرشتہ چاری ہر صاحب
 گرو خدا ساتی ہے چنگ و باب میں

سب قبریں سے خون افوش پڑا ہوا ہے
 غم سے سوں گھوں سے پھنسا کہ ظلم و ستم
 ہیں پر ہواؤں سے لٹکتے ہیں ہر مقام
 نیند کی جگہ داغ اسکا ہے دائرہ کی جگہ
 میں ہیں میں کیا کیا گروہ دستوں میں گیا
 وہ گانہ کہوں کہی جاتی ہیں شہید کے پیر
 ہر گدگد میں نے وہ دستان ہر چہ پہنچے
 داس گیا میں تو ان کی گائیک کیا چپ
 باغ و بہار سے یاد اس کے آتش میں جہنم آگیا
 ہم کو خدایا ہمارا کیوں ہے ترک و غم
 رنج سے تو اگر ہو افسان توٹ جاتا ہے
 پڑی ہے گرد گنا غالب تلخابی ہیں
 دہائی سے دوش و تار بھی نہیں
 دل کو نیاز مسرت و یاد کر کے
 بھاتا اگر نہیں میں تو سہل ہے
 چہ عشق کو نہیں بکھن ہے غم میں
 شہر کی گناہ سے چہ بلی و بھلی
 گناہ پیش ہوا ہے اظہار یک صورت
 نور و آواز سے میرے خدا کو

سب چراغ افوش کر دیا کسناں کو نہیں
 میں دیکھوں کہ گشتیں دو فوٹوں پر نہیں
 قسمت جن سے ہی جہاں گھریں وہ نہیں
 تیری بلیں اس کے ہاتھ پر پڑیں وہ نہیں
 ابلیس جن کو مرے لئے افسانہ ہے وہ نہیں
 جو مری کوتاہی قسمت سے بچوں وہ نہیں
 میری آواز سے ہاک گریں وہ نہیں
 یاد میں جن دما میں سوہن وہاں وہ نہیں
 سب گہری آفتوں کو یاد ہے وہ نہیں
 باتیں بہت گئیں جن سے وہاں وہ نہیں
 شعلیں جو پر ہیں آتی گناہوں وہ نہیں
 دیکھنا ہی سہی کہم کو وہاں وہ نہیں
 جہنم ہمارا وہاں ہے کہ ہم بھی نہیں
 دیکھا تو ہم میں طاقت و بار بھی نہیں
 دشوار تو یہ ہے کہ خود راہی نہیں
 طاقت خود قسمت امارہ میں نہیں
 صوابی لفظ کوئی اور میں نہیں
 پاؤں پر طاقت سے وہی بار بھی نہیں
 آخر فوٹ سے مرعہ گشت راہی نہیں

دل ہی تو ہے رنگ نشت و سحر خانے کیوں
 در نہیں مرم نہیں، نہیں مستیں نہیں
 بے درد جال آسودہ سورت ہر نیرودہ
 دانش فرہ ہاشاں ناکب ناز ہے پناہ
 قیودیات و ہنر فہم اصل میں دور ناکب ہی
 ضن ہوا حق میں تکی وہ گئی برائوں کی شرم
 وہں وہ فرور و فرور ناز میں، بجاپ پاشن ضن
 اس و ادنیٰ ہرست ہاؤ وہ ہے وہاں
 غالب نسبت کے بھر کیوں سے کام نہ دیں
 غنچہ اشک کور سے صحت دکھا کر ہیں
 پرستیں طرز دہری کھینکے کیا کریں کے
 مات کے وقت نے پہ ساقی آپ کھینے
 غیر سے مات کیا پانی یا بر کا تو دیکھ
 بزم میں نہیں کے سر ہو گئی نہ لڑائی بیٹھے
 میں سے کیا بزم ناز چاہیے فی سے حق
 بھستے کیا ہو رہے ہاتھ میں پوٹ کر ملیں
 کہ کھانے کے ہاں میں دھنکی لڑائی
 گزرتا سال بوجہ جلال ہل رہا تھا کمال
 جو کہے کہو نہ کہہ کر و شکستہ لڑائی

وہی گم ہوا بار کئی ہیں ستائے کیوں
 بیٹھے دیکھتے وہم فرج ہیں اٹائے کیوں
 آپ ہی ہر خاکہ ان کے ہیں ہر چہائے کیوں
 تیزی میں لڑائی میں تھکے تھکے آئے کیوں
 سورت سے چھٹا ہوا قلم ہے کات پائے کیوں
 اپنے پاؤں سے تھکے سر کا آٹا ہے کیوں
 روم میں ہر کس کس بزم میں ہونا ہے کیوں
 میں کو بزم و دل بزم کی گئی ہے کیوں
 دیکھتے ناز ہر کیا کھینکے آئے کیوں
 جو کہ چاہتے ہیں ہی جاتے کھے بتا کر ہیں
 ان کے روک ٹاک سے تھکے چہ ہوا کیوں
 آئے وہ ہیں نہ کرے پر نہ کرے نہ کر ہیں
 سانسے حق رہنے اور نہ لکھتے کیوں
 انکی تو لڑائی میں ہی چہ ہیں وہاں کیوں
 میں کے حق طرین نے جو کہ کھانے کیوں
 دیکھتے کہہ ہی چھوڑی چھٹے گئی ہوا کیوں
 آئے وہاں ہی گئی ہر ہے شمس پا کر ہیں
 سرج کھانے میں سے نہات ہوا کیوں
 گنت غالب کھانے میں سے نہات ہوا کیوں

نہ سے حال اگر ہنسوں ہے کہ تم تیار ہو
 بقدر صبرت حل پا ہے فوقی صاف ہو گی
 اگر ہنسوں تو اگر کم ہنسوں تو آواز سے
 کہیں میں ہمارا تو زور ہو گا کہ کہیں
 طاقت میں رہا ہے نہ ہے فانیں کی گاہ
 میں بھونٹ گئیں وہ وہ دم غائب سے
 غائب ہو گئی اس سے نہ غائب ہے
 دانت میں سے ہی کہ بہت ہی کہیں یہ
 پہنچا نہ ہو جس صفت نے تنگ تنگ کا
 ہے ہمارا جس سے تنگ نہ ہو گا کہ
 زور ہو گئی نے کہیں سے سہارا
 ہے کہ ہی پہلے خود کہ مشر خیال
 بلکہ نہ ہو ہی بہت ہے چھ سال
 مار سکی پہلا نہ ہوا گی نہیں
 شل سے نوٹ فرست بہت کہ کم کوئی
 نہ ہو تو کہ نہ سے اب اچھے نہیں کہ
 قفس میں کہ کہ چاہی نہ ہو یہ ہے نہیں کہ

کہ چترنگ کی شاہکار شہادت نظام سے ۱۵۰
 برسوں تک گذشتہ ہیں کہ اب دھت دیا
 کہن درنگ گشتی چل کر ہی کا فرس
 پکار ہوں ہی قسمت اپنی گشت کا
 لاشہ میں داخل وہاں لے کر ہشت کا
 ٹیڑھا گاہے تھا تسلیم مراد ہشت کا
 فرس بے گرد و غائب گشت کا
 چلے جاوے ماتہ عداوت ہی کیوں
 ہے الہ و انجمن ہیست ہی کیوں
 ہرچہ حسین شکار ہیست ہی کیوں
 پہلے ہیست ہیست ہیست ہی کیوں
 ام انجمن کھتہ ہیست ہی کیوں
 مائل نہیکہ دہرست ہیست ہی کیوں
 اپنے شکار دہرست ہیست ہی کیوں
 عمر مسوز صوف جہات ہی کیوں
 اس ہیست ہیست ہیست ہی کیوں
 مارا جڑا کا ہے گستاخی گشتی

نہیں مگر جی اس میں جو رنگ کیا کہ ہے
 دکھا انکے سے تیری ملک انہوں پر دست
 خدا نے افسانہ افسانہ کہ کہنے ہیں کائنات میں
 اسی ہم قتل کر گا دیکھنا آسان سکھتے ہیں
 ہر چہ جو ہر سے ہاں کی زنجیر سے گا
 خوشی کیا کیست ہر سے مگر غم وار ہر سے
 وفاداری پشیمون ستوری اصل زبان ہے
 شادیت علی ہی قسمت ہی جی جی ہو گا
 ز شادان کو کوکب رات کوں سے لڑو تا
 سن کیا کہ نہیں سکے گویاں ہیں ہمارے
 مرے شاہ جیلان ہوتے نہایت نہیں غالب
 دھواں ہوں یہی ہے گویاں ہیں کے ہوتے
 دی سادگی سے ہوں نہیں کو گین سکھاتا
 بھانکے تھے بہت سواں کی مزا ہے
 مریم کی بخت میں گیسو ہوں جو ۱۱۱۱
 افسانہ فوقی دشت خوری کی کجی مرگ
 بہت ہوئی مگر سار میں ملک کہ ہر طرقت
 شب کوں کے طاب میں لایا ہوں میں
 غالب مرے کام میں کہ مگر خدا نہ

ندی ہوتی خدا قدرت سے دست دشمنی کہ
 کیا کھنڈ میں سے فرماں رواں ہونے کہ
 ایک ہر سے کہیں کہ گویاں ہیں کے ہوں کہ
 نہیں ایک شادان ہوتے ہوں ہی ہوتے ہوں کہ
 کیا ہے تاب سکھ میں جی جی ہوتے ہوں کہ
 بہت ہیں کہ افسانہ ہوتے ہوں ہی ہوتے ہوں کہ
 نہایت ہوں کہ گیسو میں گویاں ہیں کہ
 ہوں ہوں کہ دیکھنا ہوتا ہوں کہ
 را کھلا دہری کا عادت ہوں دہری کہ
 جگر کیا ہم نہیں سکے دیکھو ہوں کے ہوں کہ
 فریاد ویم ویم ہوں کہ
 لکھتے ہوتے گچ کے ہوں کہ
 رات کوں نہ ہوتے گچ ہوں کہ
 ہوں کہ ہوتے ہوں کہ
 تی سے ہوں کہ ہوں کہ
 ہوتے ہوں کہ ہوں کہ
 افسانہ ہوتے ہوں کہ
 دیکھتے ہوں کہ ہوں کہ
 ہوتے ہوں کہ ہوں کہ

نہ میں ہے شش ہر کس دیکھے تھے
 دکھائی کہ اپنی حقیقت سے بند ہے
 اصل حضور پرستاد و شہر دایک ہے
 ہے شش شکل نمود حضور پر وچو بکسر
 شرم نگاہ سے تازہ ہے پختہ ہی سے
 آرایہ شش پائل سے تازہ حسین خور
 ہے غیب غیب میں کہ کھٹے ہی ہم شود
 غالب تو ہم دھندلے سے تازہ دست
 میوں میں مل کر دھندلے کو شش بیکر کو
 چھوڑا در شش سے کہ تازہ گھر کا نام کو
 جاتا چار و قریب کے در چھوڑا در
 ہے کیا جو کس کے اندر ہے پختہ سے
 اور ہی کھٹے ہی کہ ہے شش آدم ہے
 چتا ہیں حضور دور وچو گھر تازہ کے ساتھ
 خواہش کو اٹھوں سے گشت و اقرار
 ہر خدای میں بھول گیا دم کہ سے یاد
 اپنے و گھر ہیں قیاس دلی و دہر کا
 غالب شش کا کہ کو سوا پرست چلتا
 دگر میرا ہندی بھی اسے نظر نہیں

نے اتنا دیکھ رہے نہ ہے دیکھ رہی
 جتنا کہ وہی غور سے ہیں دیکھ رہی
 میری میں چھوڑا ہے کہ نہ سبھی
 ہی کیا دھڑا ہے نظر دیکھ رہی
 ہی کھٹے سے تازہ ہی دیکھ رہی
 یہ شش نظر سے تازہ دیکھ رہی
 ہی دیکھ رہی تازہ دیکھ رہی
 شش ہی ہیں ہند گئی تازہ ہی
 مقدور سے تازہ دیکھ رہی
 ہر گھر سے چھوڑا ہیں کہ چھوڑا دیکھ رہی
 سے کاش جاتا تازہ دیکھ رہی
 کیا جاتا نہیں دیکھ رہی
 یہ جانتا اگر تازہ دیکھ رہی
 چھوڑا نہیں دیکھ رہی
 کیا چھوڑا نہیں دیکھ رہی
 جاتا دیکھ رہی
 کھٹا ہیں دیکھ رہی
 دیکھ رہی
 دیکھ رہی

وعدہ زیر گلستاں ہے غورِ شامِ شوق
ظاہرِ ہستی مطلق کی کر ہے عالم
ظہورِ اپنا بھی حقیقت میں ہے حیرانگیز
سچ ہے عشقِ نرانی کو کائناتِ خدا کی
میں روکتا ہوں کہ میں کے لیے کبھی نہیں
ظلم و ظلم اگر مطلب در پے آتا ہو
سلفِ شری کش یہ اذیم ہیں ہم لوگ
ہوں قہر کی کے مقابل میں بخالی غلبت
تا جو خیرِ طلب لے ستم و یادِ نہیں
عقل و حوصلہ کی مشورہ کیسویا خوب
کم نہیں وہ بھی غرقِ حیرت و ستم
اپنے ذہن کو ہے طوفانی طغیانی غلبت
وہ کے عقلی تسلیم و احوال و دعا
سب تکلیفیں گلِ جادو پریشان نہیں ہے
تہذیبِ عالی کے تے بندہ کرے ہے نہیں
حق سے کتنی ہے اہم نراؤں سحر کیا
کہ نہیں جادو کی یہ نہ کہ ہے بہت
کرتے کہ خود سے ہر وقت کی غلبت
وہ روزِ بہار دیکھتے وہ گھٹے کو ستم و



ایک عورت کو ہے طوفانِ عواطفِ کتبِ اعلیٰ موجِ کم نہ سبیلی است و انیس

اُد کا کس نے اثر دیکھا ہے

تیری سرعت کے مقابل نے ٹھہر

تیرا ہستی سے دھالی مستوم

نشا رنگ سے ہے دھواں گل

غافل اپنے مضامین مست پرچہ

اہل تہبیس کی دانا گیسلی

سادہ پنکار میں خواں غالب

داغ پرچہ اٹھا ترسے در پر نہیں ہوں میں

کیوں گردشِ خام سے گھبرا نہ پاسے دل

یارب نہ انا مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے

حد چاہیے سزا میں حقوت کے واسطے

کس واسطے عجز نہیں جانتے تھے

کہتے تھے ہم قدم مری نگہیں سے کیوں اس رخ

کتنے ہو گئے کہ پہنچے تھوہرس کس لیے

غالب دلیغ نور ہو دوست کو دعا

سب کہاں کہ لا دل ہیں بیاں کوئی

یار نہیں ہم کو بھی نگار رنگِ نرم نہ دیاں

تھیں تانت کشیں گردوں کی کہ ہوں تھیں

تیر میں تیرے بے نی کی تیرا صفت کی خبر

ہم بھی اک اپنی ہوا باندھے ہیں

برقی کو پا چننا باندھے ہیں

انکھ کو بکھر دیا باندھے ہیں

مست کب بنو تھا باندھے ہیں

لوگ ناکے کو رہا باندھے ہیں

آہوں پر بھی مٹا باندھے ہیں

ہم سے چیلان وفا باندھے ہیں

خاک زنی زندگی پر کہ بکھر نہیں ہوں میں

انسان ہوں دینا لکھا فر نہیں ہوں میں

لوح جہاں پر حرمت نکڑ نہیں ہوں میں

آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

صل و نہ تو دند و گوسر نہیں ہوں میں

دُشمن میں صدمہ او سے کتر نہیں ہوں میں

کیا آسمان کے بھی بار نہیں ہوں میں

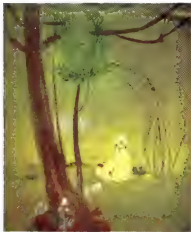
وہ دن گئے کہ کہتے تھے تو کہ نہیں ہوں میں

خاک کی کیا صبر تیر ہوئی کہ چننا ہو گئیں

لیکن یہ عشق بکھر حق نیایا ہو گئیں

شب کہ نکلی ہیں کیا بانی کھو ہوں ہو گئیں

لیکن انکھیں مٹتی ہیں نہ تو دہی ہو گئیں



پیشانی کو درخشاں کرنا اور لہجہ کی
جاسوسیہ نام سحر تھا، اظہارِ حال نہ تھا

غالب بھی گر نہ ہو تو کہہ دے اس قدر نہیں
 مگر وہ بات کہ جو کہتے تھے تو کیا کرے
 ہمارے اس دل میں اس فکر کا ہے نام نہاد
 ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کہے
 قصیں کہو کہ گنارہ صخر پر بستوں کا
 لگتے تو تم اگر دیکھتے ہو انہیں
 سے غیب جو دور سیاہ ویرسا
 ہیں پھر وہی سے لڑتے اور نصیحتیں ہی تھو
 خطا تھا جس خطا پر گناہ تسلی کا
 بنانا اس درد کو دیکھ کر کہ لکھ کر قرار
 لکھ جن میں غالب نے بقول خود
 کسی کو اسے کہل کوئی نواخ خلق کیوں
 وہ اپنی قوم چھوڑیں گے ہم اپنی رضا کیوں
 کیا خود رفتہ رہا گئے آگ ہیں بہشت کا
 ونا کسی کسان کا عشق بسبب سر پہنچا ہمار
 قرض کی سہو وادہ ہیں کہتے تھے ہم
 یہ کہ لکھتے ہم دل میں نہیں ہیں پر وہ بناؤ
 خطا ہے جنہاں کا لشکر دیکھو ہم کس کا ہے
 یہ بہشت نہ آدمی کی غلامی پرانی کو کیا کہ ہے

دنیا پر یا رعب اور عرو یا ہشتاد پر
 کہتے تھے کہ نہ ہو ہر کو کو تو کیا کرے
 کہ کہ نہ ہو تو گناہ ہائی ہر تو کیا کرے
 کیا ہے اور یہی گو گو تو کیا کرے
 جنوں کی ہو مگر اسی ہی تو تو کیا کرے
 جو تم سے شریعتاں ایک دو تو کیا کرے
 وہ شخص جس نے کہے بات کو تو کیا کرے
 ہائی یا ستی یا چیں وہ تو کیا کرے
 نہ اسنے دین دیدار جو تو کیا کرے
 یہ پیش ہو رگب جاں میں تو کیا کرے
 فراقی یا رہی تسکین ہو تو کیا کرے
 یہ بہشتی ہی سے نہیں تو پھر نہیں تو کیا کرے
 ایک مردن کے کیا چھینیم سے سر کیوں
 نہ اسے تاب جو تم کی وہ پھر نہیں تو کیا کرے
 تو پھر اسے گناہ کیوں گناہ کیوں
 مری ہے جس پہ کل بھی وہ پھر نہیں تو کیا کرے
 کہ بہشتی ہی قصیں توہ تو کیا کرے
 نہ کیا تو تو تم ہے کہ گناہ کیوں وہ کیا کرے
 یہ تم دوست چھٹا نہیں تو کیا کرے

عدو کے ہر گئے جب تم میرا ہتھکڑیاں
 بھاگتے ہو جاگتے ہو ہر گئے کہ اس کیوں
 تیرے بے ہوش کئے سے دور تجھ میرا کیوں
 ہم غم کی کنی نہ ہو دور ہزاراں کوئی نہ ہو
 کوئی بے سار نہ ہو اور یہ بھی کوئی نہ ہو
 اور اگر مر جائے تو فدا توں کوئی نہ ہو

میں ہے قزاقا دوستا ناکس کہ کہنے ہیں
 کی تم نے کر گئیں ہر گئے میں سوانی
 نکلا ہوا ہوتا ہے کام کیا غنوں سے شوقاں
 رہنے سے یہی ہو کر گیا کہ جاس کوئی نہ ہو
 ہے دور دور سا اک گھر بنا چاہیے
 چرخے گر چار تو کوئی نہ ہو تار وار

طوطی کو کشش جنت سے مقابل ہے قیامت
 جس کی جہاد ہو پھر کسی کی خزانہ ہو چم
 دشواری روا بہستم مستردان ہو چم

از ہر تاج و تہ و دل اول ہے آئینہ
 ہے ہنوز نہ ہو ہر دو دیو از شکر
 بچار یکسی کی بھی صورت اٹھائے

سی

طاقت کس کا وہ کا اصال اٹھائے
 یعنی ہنوز شب طعنہ اٹھائے
 اسے غامض غریب ہمسایا اٹھائے
 یا پر وہ تبسم نہ پسا اٹھائے
 ہنوز میں اکھ بٹلا جا بات چلیے
 آخر ہم کی کہ تو مکافات چلیے

صبر و برد ہے ہر گھر اٹھائے
 ہے گنگہ بہت عاشق جنوں عشق
 راہ و اپشت فرزند سے ہے لم
 یا میر سے تم رنگ کو روا نہ کیے
 مسجد کے تیرے فرات چلیے
 عاشق تھے یہ آپ بھی ایک در شخص

بچسوی نہی کیلئے ہم معزی
 نے سے غرض نہاد کے کن بے سدا
 بے رنگ و درکن سرسبز چہ ہوا
 سہلے نرم چاہیے ہنگام رخساری
 یعنی چاہے کہ خوشی بڑا لذات
 نشوونما حاصل سے غالب فرنگ
 بہا ہوا عریض تھا ایک نل یک تھوڑی دھڑکی
 نے جس میں خون سے آلودہ ہم چہ گشت سے
 تیرا لہر کہ کب تکس دلی آلودہ کہ جتنے
 ذکر کا کاشن نارنج کو کیا سودم مست ہر دم
 خاتا بڑھشی تیغ چتا پر ناز مسترد
 نے معشرت کی خواہش مانی کہ سنا گیا کیجیے
 لئے دل میں ہے غالب شوقی مل شکوہ بھری
 ہے نہ ہم چکس میں غم آلودہ بھوں سے
 ہے وہ مستحوج دیر پریشانی مینا
 دھن دھن سے کہ گشتاں میں ناہ
 بے سدا و دفا رکھ کہ جاتی رہی آخر
 تمام کو شکایت کی بھی جاتی نہ سہ جا
 غالب تھا احوال سنا دیکھے ہم اُن کی

قریب کہ از سر ہفتات چاہیے
 اک گز زنجیری شکوہ نجات چاہیے
 ہر رنگ میں بہا کا ہات چاہیے
 نہ تو سے قبل وقت جاہات چاہیے
 عادت بے سبب نے لذات چاہیے
 غرضی ہی سے گلے چہ بات چاہیے
 سو رہتا ہے باغ و چکری سگر سگر دھکی
 شمع بھڑکتی تھا ایک دھماکہ بھڑکی
 سے دام نہا میں ہے کہ کب سیر زہری دھکی
 کہ بھگا افسانہ فراہمیش درد درد دھکی
 سہلے پلے رہتا ہی ہے چاک کج غول دھکی
 پلے پلے ہے کدو چار جام دھکی دھکی
 تھا اور کہ ہم اُس سے ہی بچی کھو دھکی
 گلے آئے ہیں ہم ایسے نوٹا و طبعوں سے
 یک بار لگا دو گم نے میرے بھوں سے
 زانوار نہ ہو تا طرقت ہیں بے بھوں سے
 ہر چہ مری جان کہ تھا بھڑکیوں سے
 میں جیتے ہی گا اگر ہمارا نہیں کرتے
 وہیں کے رہیں نہ بھڑکیوں سے کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترافٹ سے فارغ کرنا
 خرم دنیا سے گرانی میں فرصت سرفارمانے کی
 کھلے گا کس طرح مضبوط کتب کا یارب
 پینڈا پر نیاس میں شہساز قلم کا تاس ہے
 انھیں منظور ہے زلفیوں کا رنگ آتا تھا
 ہادی سنگ کی حق القصاصت ناز پر مرنا
 کھوکھ کو بے حوریت کا قتل کر نہیں سکتی
 کون کیا قربانی بھڑک اٹھا ہے نہیں غالب
 حاصل سے فائدہ وصولی سے کہنہ فراموشی
 اس شمع کی طرح ہے جس کو کوئی بجھا دے
 کیا تنگ جم ترنگان کا جہان ہے
 ہے کائنات کہ حرکت تیرے خلق سے
 جادو ہے عینی خدایا سے لاد رنگ
 کی اس نے گرم سینہ اٹھایا جس میں دیا
 کیا خوب تم نے فکر کو پیر نہیں دیا
 رخصتا ہے جو کسائی دوا دیا دین
 ہستی کا اعتبار بھی منہم نے منظر کیا
 ہے پاس سے اعتبار و خادائی اس قدر
 درد سے میرے ہے کہ جو میری جیسا ہے

وہ جو دیکھتے تھے ہم کو مسرت پر ہر
 ملک کا رنگ تھریب میرے ہاتھ کی
 قسم کمان سے نکالنے کا قہر کے بھلنے کی
 دلے شکل سے چٹائی میں ہر فرجیا نے کی
 اٹھے تھے ہر گل کو دیکھنا شوقی ہلنے کی
 ترافٹ کا تھا قلم لکھ قسیمہ جانے کی
 مری طاقت کھانا تھی جس کا لانا کھانے کی
 بھی کئی تھے جس سے ہم نے کئی بڑا نیکی
 دل میں گروں سے فوہی ہوئی ماسی
 میری سٹل جھڑی میں ہوں درخشاں ماسی
 جس میں کو ایک جھنڈے سے ماسی ہے
 پردے سے کتاب کھنڈ میں ماسی ہے
 خالق کو میرے شیشہ سے کنگا ماسی ہے
 اور سے نہ کیوں ہند کہ کھنڈ لنگان ہے
 بس پیر رہ جادو میں ماسی میں ان ہے
 فرما خود سے کھنڈ ہند کستان ہے
 کس سے کس کو دل بھر کاشکی ہے
 غالب ہم میں ہی قلم تھی لکھ رہا ہے
 کیا ہوئی قلم تھی شکست شادی اسے ہے

تیرے دل میں گزرتا تھا اشرمِ سیم کا جو
 کیوں ہی نمودار کی کا جسم کو تپا تھا خیال
 مگر میر کا آنسو نے پہاڑ دغا بنا دیا تو کیا
 زنجیر سے لکے آہ و بھوسہ زندگی
 غلّی نشان اے آہِ جسد کو کیا ہو گیا
 شرم و ہوائی سے جا چھوٹا تھا پ خاک میں
 خاک میں مٹی میں یہی ہیجست دل گئی
 ادا ہی تیغ آنا کا کام سے جا کر
 کس طرح کاتے کوئی شب اے ہر چھال
 گوشِ محرمِ پیغام و چشمِ سرورِ جمال
 عشق نے کیا دغا غالب ہی ہشت کو رنگ
 کمرِ شکر میں نامِ بہتی سے جا ستر
 چتا نہیں میرے دل آواز کی بھر
 بیکوہاں سرورِ چپ تم کہاں تک
 ہے وہ فرور من سے بیکار
 لی جس قدر شبِ ستار میں غریب
 ہر کائنات کو بیکس سے فرست دے
 گونا غشی سے لاندہ انتخابِ حال ہے
 کس کو ستاؤں صورتِ اہلبیاد کا لک

تیرے ہر کس کی خمی مری نگہ داری ہے اے
 دشمنی اپنی خمی مری دوست داری ہے اے
 فکر کا بھی تو نہیں ہے پاداری ہے اے
 سن تجھ سے قحی ہے اسٹاکی ہے اے
 خاک پر ہوتی ہے تیری لاکھ داری ہے اے
 غم ہے الفت کی چھپر پر داری ہے اے
 اٹھ کھن دینا ہے داہ و سج داری ہے اے
 دل پہ کس گئے نہ پاپا زلم کو داری ہے اے
 بے نظر تو کرنا دستہ شادی ہے اے
 ایکٹل اس پر یہ نا ائید داری ہے اے
 رہ گیا تھا دل میں کہ کھنقِ نوری ہے اے
 شکر کا اے قلم کو مرے کی اس ہے
 اب گسہ بھانا ہے کہ کچھ ہی پاس ہے
 برائے کچھ دین پڑ جائے کیا پاس ہے
 ہر پنداش کے پاس لے لی تھا پاس ہے
 اس خمی مری کو گری ہی اس ہے
 بھنڈا مر گیا ہے تو کل اس ہے
 خوش ہیں بکیری بات کہنِ خیال ہے
 دل نروایں ہنسین داس ہے دل ہے

کس کپڑوں سے آئینہ پرانے سے خدا
ہے ہے خدا کو مستور اور دشمن
شکلیں باہر پہنچتی کے قدم سے جان
دشست و پیری عورت آفاق جنگ تھا
اسی کے دست فریب میں آنا ہم
تم اپنی نگاہ کی باتیں دیکھو دیکھو
وہ وہ وہ وہ الم بھی تو مستم ہے کہ خبر
ایک بار وہ دیکھا تھا اسو بھی ہٹ گیا
جی پہلے خلق فنا کی باتیں پر نہ کیوں
آگ سے ہاتھ دھرتی تھی چھوڑا
سے وہی بدست ہر زمانہ کا خود خدا
جو سے کہ تو بھی کہ تھا اپنی زندگی
انکو کی تھو پر سے پہنچتی ہے کہ تا
وہیں ہی گئے ہیں وہ کہ ہے وہ کہ
میری ہستی خصلت میری تہا وہ تھا ہے
تو کیا فصل گل کھلی کہ کہ کہ کہ
وفا کے دہریں ہے آفاق خصلت ہم
روشنی انوار تابیں تو میری
رہم کہ نام کہ کیا وہ پسوں کہ

دل کی آواز دہن کی گنتی ہے جس
 چشمِ طربسِ خامشی میں بھی فنا ہوا ہے
 چشمِ کبرِ عشاقِ سازِ طالعِ ناسا ہے
 دستِ گاہِ روزِ غریبِ جنوں دکھنا
 عشقِ کھکھکِ عشقِ مشتِ ہی سی
 قطعِ جیگے نہ تعلقِ ہم سے
 یہ تو ہر نے ہی سے کیا رُسوائی
 ہم بھی دھن تو نہیں ہیں اپنے
 دلی ہستی ہی سے ہو کر کہ ہم
 عمرِ چند کہ ہے برقِ ظلام
 ہم کوئی خوابِ وفا کرتے ہیں
 کہ تو دے اسے ٹکٹا بھضت
 ہم بھی تسلیم کی تو ڈالیں گے
 پاس سے چیزِ بھل جانے اس
 ہے کہ یہی کی جس کو جوشِ بڑا ہے
 نعرہ دے ہے اس کی آوازِ نفسِ کوئی
 ستارے کی گلیں ہیں وہ راویِ خیال
 کرتا ہے ہر کہ بارانِ توبہِ جلیں
 کھٹا کسی نہ کیوں مرے دل کا سدا

وہ دیاں ہے دلی سوچِ کھکھک
 شرر تو گناتے کہ وہ دھندلے تھوڑے
 نازِ گویا گر ہوشِ سنسار کی آواز ہے
 یک دیا ہی بسلا گلِ فرشی پاخانہ ہے
 میری دشتِ تری شربتِ ہی سی
 کہ نہیں ہے تو دوست ہی سی
 نے وہ بھرس نہیں غلت ہی سی
 فکرِ کچھ سے جنت ہی سی
 آگ کی گزشتیں غلت ہی سی
 دل کے غم کی گنتی کی دوست ہی سی
 نہ سی عشقِ صوبہ ہی سی
 آوازِ فریاد کی رخصت ہی سی
 ہے نیاز ہی تری عادت ہی سی
 گزشتیں ہیں تو حسرت ہی سی
 بچ دھن ہے غنہ دھن نا ہے
 بس کی حدِ ہوسلا برقِ غلت
 تاہر گشت سے نہ ہے نہا ہے
 تے کی ہے گشت کی سے نہا ہے
 شروں کے آفتاب نے نہا کا ہے

زندگی اپنی بیست تریل سے گزری غالب
 اُس دن میں بکے نہیں رہی جیسا کہ
 دل ہی تو ہے جیسا ہے دہاں سے لایا
 دیکھو ہر گز نہ تو خدا و ربی سے
 بے خبری کرتی ہے ہو گزرتی ہو
 مقدار ہو تو خاک سے پھیں کہ ہم
 کس اور ختمیں نہ تراشا کے ہو
 صحت پر فیر کی نہ پڑی ہو کہیں نہ تو
 خدا کی ہے عورات مگر غزنی نہیں
 غالب جس کو کہنے گا جو ب کیا
 بقدر مصر قلعہ وہ انصاف ہے
 بیست سے ہے سرود شاعر ہوا سے
 زلی ہو ہے پاشا سے ثبات کا
 جادو بارہ خوشی دغاں کے شریعت
 نظارہ کیا عین ہو اُس رقی مسک
 میں نامزد اول کی تسلی کو کیا گویں
 گزرا کہ دست پر پشام ہارت
 دیکھتے کہ آپ اپنے وہ رنگ بانی ہے
 اتھو حوصل سے ہی گری گزرتی نہیں ہے

ہم بھی کیا یاد کر سکتے کہ خدا کہتے تھے
 عیضارا اگر جو اشارے بجا کے
 میں اور چوں دست سے میں دعا کے
 فوت ہوتی ہے وہ بے نہ تھا کے
 حضرت علی گئی کہیں کے کہ ہم کیا کیا کے
 تو نہ وہ گنج ہائے گرا نایہ کیا کے
 کس حق سے نہ تھے چاہ کے
 دیتے گا ہے ہر سر بھر اٹھا کے
 بھلے سے شیں چھوڑ دیں تھے دغا کے
 مانا کہ تم کہا کے اور ہستائے کے
 اس سال کے ساپ کو برق آنا جھم
 بال تھوڑا جھلکا ہوئی شرا جیہ
 تے بھاگے کی گزرتی تھیں کی تاجیہ
 خالی گزرتے ہے کہ گزرتی تھیں
 ہوش ہار جھلے کو میں کے تاجیہ
 مانا کہ تیرے بنا سے نہ کہ سا جیہ
 قاصد پہلے کہ رنگ ہال رجا جیہ
 میں نے دیکھیں ہوا کہ ہر گز نہ جانی ہے
 آج نہ تھی مہا سے بگڑ جانی ہے

غیر کو یاد رہے کہ جو کچھ نگرین گستاخی کرے
 عشق کو دلت کا مہم سیم تار کھینچے جانیے
 خود پریشیم بہ ترقی بزم طرح کے داد داد
 گرم سے طرز تھاقیل پر وہ دہر بار عشق
 جس گل بزم آرا نمایاں سن کر دل بکھریاں
 ہر کے عاشق وہ پری بن اور نازک بن گیا
 عشق کو اس کے مصروف رہی کیا کیا تہیں
 سارے پرانے سے شعل خود جھلکے ہم سے
 گرم فرما رکھا شعل عشق نے لے لے
 نیکو رتھو وہ عالم کی جنت معلوم
 کثرت آواز دست سے چٹائی نام
 ہر گل کا قصہ سری بھی کھلے اندر
 کا کھم ہستیوں کو دل داغ ملایا ہے
 غریب آ گلشن آبرگ عاشق معلوم
 ہم سے نہ بے باقی اس طرح اظہار جانیے
 اگ سا ہے وہ دہر سے ہنوا غالب
 مدد کی دہش کی مچنے کی سرت دل میں ہے
 دیکھنا تھوہ کی تہ سے کہ جو اس سے کما
 گرے ہے کہ کس کی لڑائی سے دے لے باہر

گر گیا جس اس کو آتی ہے تو شراب جانیے ہے
 ہل کی وہ حالت کو کچھ لہنے کچھ جانیے ہے
 قصہ جانا ہے وہ سن کر تار پر جانیے ہے
 پر ہم سے کھینچنے جانیے کہ وہ پانیے ہے
 شعل عشق خدایا ہے غیسر بیجا جانیے ہے
 رنگ کھلا جانے ہے جتنا کہ اڑتا جانیے ہے
 کھینچتا ہے میں قصہ آواز کھینچتا جانیے ہے
 پاس کھینچتا ہے کس سے ظہر جانیے ہے
 قبہ صلیبی کی بویاں لے لے
 لے لیا جھٹکائی تر جانیے لے لے
 کر دیا کافران احسان پشالی لے لے
 جب آسمان دے پد ہل لے لے
 بزم کئی دست لہجہ گرم دہش ہے
 باوجود کہیں خواب گل پشالی ہے
 دہش پشلت دہش بزم شعل شعل ہے
 ہم جانیے ہی نہ کچھ ہی جانیے ہے
 میں نہیں چنا کہ چہرہ کب تو کی ہے
 میں نے یہ جانا کہ گویا کی میرے دل میں ہے
 ذکر پرانے سے ہنر ہے کہ اس شعل میں ہے

بس ہم نہ اُسی خاک میں مل جاؤں گی
 رہا وہ کہیں کچھ نہ ادا کی کوشت ہے
 جلوہ زارِ شش دانہ محسوس
 ہے دلی شہیدِ غالبِ مہمِ وحی و باب
 دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
 شوق ہو گیا ہے سینہ غنائتِ غوغا
 وہ یادِ شہانہ کی جستجو کیاں
 اُٹنی پھرتے ہے خاکِ مری کو سے یہاں
 دیکھو تو دلِ مستورِ بی اندامِ عشقِ جا
 ہر دھڑکن سے من پرستی شہد کی
 نفاذ سے ہے بھی کام کیا وہی غالب کا
 فرود وہی کاغذِ سر و کھیا رست کیا
 مارا زمانہ نے اسے طعنے خالی نہیں
 نکلیں کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ فکر سے
 اپنی گلی میں بھر کو نہ کر دینِ سیدِ گل
 ساقی گری کی شہرہ کہ وہ آج وہ نام
 حق سے تو کہ کلام نہیں لیکن ملے نایم
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ جنوں سے کیا کیا
 لازم نہیں کہ غنیمت کی ہم ہر روزی کوں

یہ جگہ فتنے جاری ہی ہے مکمل میں ہے
 انھیں بکنا ہمارا ہر قسمِ خزل میں ہے
 فتنہ شہر قیامت کس کی آبِ داغ میں ہے
 ہم کو اپنی تشاہیر کہ کس شکل میں ہے
 وہ لو کہ اک ہماریں مضائقہ کر گئی
 ملکیت پر وہ داری نہ سنج بگر گئی
 اُفتخ میں اب کو ثابتِ ثوابِ عمر گئی
 بیضاپ نے ہوا بچسبِ بال و پر گئی
 میں مستدامِ بارگاہی کیا گلِ کفر گئی
 اب قبروں کے شہیدِ اولیٰ نظر گئی
 سستی سے ہر گتھے رخ پر بھر گئی
 کل تم گئے کہ ہم بقیامت کو گز گئی
 وہ دلوں کے کہاں وہ جوانی کو مر گئی
 حورِ اینِ خلد میں تری صورت گر گئی
 بھگوت سے خلق کو کیوں تیرا لھر گئی
 ہر شبِ ہلاکی کہ تیرے بے جوق گئی
 یہاں مستحکم کیہ مگر ناسب گئی
 نصرت کٹا کٹنِ قرعِ پناہ سے گر گئی
 تاکہ کہ اک بزرگ ہیں ہم سفر گئی

شے مسکائی کہ چھوٹا دل دیکھنا
 کوئی دن گزرتا گئی اور ہے
 آتشیں دماغ میں ہر گز کی کسل
 بار بار دنگی ہیں دلی کی کربشیں
 جہ کے خاتمہ دیکھتا ہے نہ رہ
 کا طبع ہمارا ہیں کشتہ و نجوم
 ہر کچھیں غالب جانیں بہ تمام
 کوئی تہیہ نہیں آتی
 سوت کا ایک دن نہیں ہے
 لگے آتی تھی مالاں پہ ہنسی
 ہاتا ہوں خواب طامع شہ
 ہے کچھ ایسی ہی بات ہو چکی
 کیوں نہ چھوڑ کر یاد کرتے ہیں
 دلیر دل گزشتہ نہیں آتا
 ہم دلی ہیں جس سے ہم کو بھی
 رہتے ہیں آئندہ میں رہنے کی
 کہیں کس بندے ہاؤ گے غالب
 دلی ناداس تھے ہوا کیا ہے
 ہم ہیں مشتاق اور وہ دیندار

تم کو کہیں جو غالب آشتہ سرے
 اپنے ہی میں ہم نے غالب اور ہے
 سوز غم اسے نہ سہانی اور ہے
 ہر کچھ اب کے سہ گرائی اور ہے
 کچھ تو یہیں ہم نہ رہاں اور ہے
 وہ جانے آئیں گے اور ہے
 ایک مرگ ناگمانی اور ہے
 کوئی صورت نظر نہیں آتی
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
 اب کسی بات پر نہیں آتی
 طبیعت راسخہ نہیں آتی
 وہ کیا بات کر نہیں آتی
 یہ سہی آواز گز نہیں آتی
 تو بھی سہی چاند گز نہیں آتی
 کچھ ہماری ہنس نہیں آتی
 سوت آتی ہے پر نہیں آتی
 سترم مستکہ گز نہیں آتی
 آخر اس درد کی دوا کیا ہے
 یا الہی یہ ماہیہ کیا ہے

میں بھی منہ میں نہ پاں رکھتا ہوں
 جسکے تھوڑے نہیں کوئی ہو جو
 نہ پرانی پسند لوگ کبھی ہی
 ٹھکریں نہ صفت منہوں کیوں ہے
 ہنر و دل کماں سے آئے ہیں
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
 اُس جیسے کہ ترا جیسے ہوگا
 جان تم پر خشت ارکنا ہوں
 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
 کہتے تو ہو تم سب کو بت قایم آئے
 ہوں گلشنِ اربع میں طغیانی بہت
 ہے صاف و شعلہ سب صاب کا علم
 ظاہر ہے کہ گہر کے نہ جاگیں گے گہریں
 جھوٹے ڈرتے ہیں دوا خط سے جھکڑنے
 اُس اہل طلب کوں سے ملنا نہ پخت
 اپنا نہیں وہ شبیر کہ قدام سے نہیں
 کی ہم غصوں نے اتر کر ہیں غصہ سر
 اُن کی زبان کی کیا بات ہے غالب
 پھر کہ ملک دل کو بیخیزی ہے

کاش پچھ کر مدعا کیا ہے
 پھر نہ ہلکا سراسے خطا کیا ہے
 منہ زور و مشورہ ادا کیا ہے
 رنج و چشمہ سحر سا کیا ہے
 ابر کیا چہرہ ہے ہوا کیا ہے
 جو غصیں جانتے دغا کیا ہے
 اور درویش کی صدا کیا ہے
 میں نہیں جانتا دغا کیا ہے
 صفت اتھ آئے تو ہوا کیا ہے
 یک مرتبہ گہرا کے گہر کوئی کر دے آئے
 بلکہ ہر دھن پر وہ رست ہو چنے کو آئے
 آنا ہی بھوک میں مری آنا نہیں گوارے
 ہاں منہ سے کہ باواؤ کشین گئی ہو آئے
 ہم کہے ہوئے ہیں اُسے نہیں میں جس میں آئے
 دیکھا کہ وہ دغا نہیں اپنے ہی کو گہر آئے
 اُس صدمہ نہیں بار تو کبھی ہی کو ہو آئے
 اپنے رہے آپہاں سے گر گھر کو ڈھو آئے
 ہم بھی گئے دلاں اور نری تقدیر کو دے آئے
 سینہ جو اسے زخم کاہی ہے

پھر جگر کھودنے لگا تاخیر
 قبلہ مقصد و گماہ نیاز
 چشمہ دال بنسب ہوئی
 وہی حد رنگ ناز و فرسان
 دل ہو لبہ ظرافت ناز سے پھر
 جلوہ چسپ عرضی ناز کرنا ہے
 پھر اسی سے دعا ہے مروتی ہی
 پھر کھٹا ہے در عالت ناز
 دوسرا ہے جہان میں اندھیر
 پھر دیا پارا جس گرنے نول
 پھر ہوئے ہیں گواہ عشق طلب
 دل و دلوگاہ کا جو مقدار تھا
 نکلادی ہے سب نہیں غالب
 بنوں حسرت کیش نکلیں نہ ہو کر شعلہ کی
 کشاکش سے جتنی سے کہے کیا سنی تھی
 پس از مردن بھی وہ لذت نازت گاہ بھلاں ہے
 لکھو ہوش ہے سزا فریادی زید او و لبر کی
 رگبرگ کی کہ خاک پر شہت بنوں بھلی پختے
 پار پر عادت شاہ باد بائی شستی سے تھا

آہ فسیل وارکاری ہے
 پھر وہی پردہ ماری ہے
 دل سنہرے بارہاتی غماری ہے
 وہی مسدود نگہ ماری ہے
 محشرستان بیقرار ماری ہے
 دھڑ دھڑ جہاں سپاری ہے
 پھر وہی زندگی ماری ہے
 گرم بانہ زنجب ماری ہے
 زلفت کی پیر چہرشت ماری ہے
 ایک سنہرے دواؤنا ماری ہے
 انگلیاری کا سکھ جاری ہے
 آج پھر اس کی دیکھ ماری ہے
 کچھ تو ہے بھی کچھ ماری ہے
 تک پانچ تارانی دل ہے لذت نامانی کی
 ہونی زنجیر جو ہے آب کو فرصت مروتی کی
 شہر سک سے تربت پیری کی فغان کی
 بیاد خفا و غماں ناچر مسیح شش کی
 گرچہ دے کھائے داند و بھاس دکان شش کی
 ہوئی مجلس کی گری سے روانی دھڑان کی

کہوں یہ یاد افوقی پر لائی عرض کیا قدرت
 کہیں نگہ خداوندی کے لیے کے لیے بھیجے تھا سب
 چہاقت لایوں سے کجک سب میں ہم کہنے
 پہناں تھا وہم سخت قریب کب شایان کے
 ہستی چاہی اپنی غنا پر دوسل ہے
 سختی کشاں ہستی کی یہ کہ ہے کیا خبر
 تیری وفا سے کیا ہو کمالی کہ ویریں
 کھتے رہے جنوں کی کھلیات غوں گاں
 اندر ہی تیری شہدی خود کے لیے سے
 اہل جہاں کی فتح ہے ترک خبر و شش
 عالم میں چہ ہمارے سپرد ہے
 چھوڑ دیکھ نہ ہم نے گدائی برائی کی
 جو نہ فقو داغ دل کی کرے غلط پاسبانی
 لکے اُس سے کیا توقع ہزار جوانی
 رہیں دکھ کسی کو رہا نہیں غیب اور نہ کتا
 لکھت کسی پر شہب نام کا جوش ہے
 نے مراد و سال نہ نگار نہ جمال
 نے کیا ہے حسن غور و اکو ہے جہاں
 گوہر کج جہت گر وہی خواہاں میں کیسا

کہ طاقت از گمان نڈھے سے پہلے ہر شہر کی
 مری آستین لب کیا دخی دیو اور چرکی
 چھڑا زادہ لکھا اسنے ہی کم ہوئے
 ڈنڈے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
 یاں لکھنے کتاب ہم اپنی قسم ہوئے
 وہ آگ رفت رفت سہرا نام ہوئے
 تیرے ہوا میں ہم پست سے سحر ہوئے
 ہر چند میں را حق ہمارے حکم ہوئے
 اجڑاے لالہ میں کئے رازق ہم ہوئے
 جو پاؤں لکھنے دیں کئے ظہر ہوئے
 جودن کھچے کئے سو دیوں لکھ ہوئے
 سانس ہونے تو عاشق اہل کر ہوئے
 تو طرد کی نشان ہے بہ کہیں بے زبان
 کہیں کودکی میں جس نے نہنی مری کہانی
 کو سرے حد کو یارب نے میری زندگانی
 کہ شمع ہے ذلیل مسمر سو خوش ہے
 نکت ہوتی کہ آشتی چشم و گوش ہے
 لے شوق یاں اجازت سلیم ہوش ہے
 کیا ادب پر ستارہ گوہر فروش ہے



داغ قرآن صبرت شب کی بجلاہوں کہ سچ رہاں سورہ یٰٰ نوح

ویدار یاد ہو سلا ساقی نگاہ مست
 لئے ترازو دار معین پہاڑ ہوا ہے دل
 کو کہہ سکے جو درد و مرست نگاہ ہو
 ساقی بے بسلا و درخشاں سبیل کی آنکھ
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ ہوا
 نصیب غلام ساقی و ذوق مدد ہے چنگ
 یا صبح دم ہو دیکھے آکر تو بزم میں
 داغ مستراق صبحت شب کی ملی پہلی
 آئے ہیں غیب سے یہ مضامیر خیال میں
 نہ ہوئی اگر مرے مرنے سے تسلی نہ سی
 غار غار اہم مسرت ویدار تو ہے
 بحر پر تار گہنے نہ تے گلے ہی جتے
 طعش طعش کہ ہے پیش و چرخ ہموار
 ایک ہنگام ہے نہ آفت ہے مگر کی ہفتی
 نہ ستار شش کی آتنا نہ بھلے کی پروا
 مشرب صبحت خواہی ہی نیست کج
 جب نشاط سے بھر کے چلے ہیں ہم آگے
 تھکانے تھا بھلے پاؤں خراب ہوا آفت
 قہم زمانہ سے بھلائی نہت باد بشت کی سستی

بزم خیال بے سکند فبے خروش ہے
 زخماں اگر تھیں ہیں تاسے و نوش ہے
 میری سنہ جو گوشہ نیست نوش ہے
 مطرب ہنس نہ ہنیں تھیں و نوش ہے
 وادیں باغبان و کعبہ گل فروش ہے
 یہ جنت نگاہ و فرا کو بس گوش ہے
 لئے و ہمسور و نمود نہ ہوش فروش ہے
 اک شمع نہ گئی ہے سو دہلی فروش ہے
 غالب مر مر غار غار سے فروش ہے
 احسن و دہلی و آتی ہو تو دہلی دہلی
 شوق بھگین گلستان تسلی دہلی
 ایک دن کہ رہا بزم میں ساقی نہ سی
 مگر شیں شیں سب غار دہلی دہلی
 نو نہ غم ہی ہی شیں شیں دہلی دہلی
 گزشتیں ہیں مکتا شمار میں سنی دہلی
 نہ ہوتی غالب اگر کھر طعش دہلی
 کہتے تھے سے سراپاں ہے و تھم گے
 خطا خواب تھا ہیں دہلی کا ستار گے
 و گر نہ ہم بھی اٹھاتے تھے قہم الم آگے

خدا کے واسطے اور اس کی شوق کی دینا
 یہ فرم کر جو پریشان حال تھی وہ ہم نے
 دل دیا مگر میں یہ باتیں ہا ایک سو نہیں ہے
 تمہارا نسخہ لکھنے کی بجائے کاتے ہیں غالب
 شکوے کے نام سے ہے مگر غماز ہوتا ہے
 ہائیں میں لکھ سکوں ہاگے جیسے بابا
 کو سمجھتا نہیں پر مہربان تانی دیکھو
 عشق کی راہ میں ہے نوح کو کب کی کہاں
 کیوں نہ پھریں وہ تباہ کوکب یہ کہہ دوں
 خوب تھا چلتے سے ہوتے ہر دم چلتے ہلکے
 تار دیا تھا کہ اسے عرض سے بیرون رہا اب
 غار میں آگ وہ ہے بار بار ہر دم سخن
 اپنے شہناو کو ایک سپر دہشتہ گم
 سات انجیم کا مابین ہر سترہم کیے
 ہر چہ میں جہان خود سے ہوتا ہے غل
 میں ہر کسٹرا ہوں نہ تیری ذرا غل میں
 لکھنے غالب لکھنا صبح غل میں صحت
 ہر نیک بات پہ کہتے ہر دم کہہ گویا ہے
 نہ شکور میں نہ کر نہ ہر دم میں نہ دیا

کہ اس کے دل پہ پہنچے ہیں اس سے ہر گے
 قصہ لکھنے سے لڑا اسے غم ہر گے
 ہم لکھتے زعم میں جسے بھٹتے تھے اس کو ہر گے
 ہر گے کہتے تھے جو میری جان کی قسم لکھتے
 یہ میں سے کہہ کر جو کہے تو گاہ ہوتا ہے
 ایک ذرا چھوڑنے پر ہر گے کیا ہوتا ہے
 ٹھکرا جو کہے کہہ کر گم ہوتا ہے
 سخت درد کیے کوئی آلبا ہر گے
 آپ اٹھاتے ہیں مگر تیر غماز ہوتا ہے
 کہ ہوتا پاتے ہیں اور تیرا ہوتا ہے
 لب تک آتا ہے جو یہی دیا ہوتا ہے
 شاد کی تباہ میں نہ تیرا ہوتا ہے
 تیرے گرام کو کس سے لایا ہوتا ہے
 تو دہشتہ کا ترے نعل ہوتا ہے
 آستان پر تیرے رہا ہے ہوتا ہے
 یہ بھی تیرا ہی کرم غل میں آتا ہے
 آج کی دوسرے دل میں سما ہوتا ہے
 نہیں کہہ کہ اندام گھٹسکہ کیا ہے
 کوئی تباہ کہ دہشتہ گھٹسکہ کیا ہے

یہ رنگ چکر ہے اس کے ہم جنم ہے
 چکر دیا ہے بدی پر تو سے ہی
 جلا ہے ہم جہاں کی ہی جگہ ہوا
 رگوں میں دھڑکنے سے کس میں تکی
 دو چرخ میں کے لیے کم کو بہشت عزم
 ہیں غریب اگر غم بھی کہہ لی دھڑ
 دی نہ طاقت گفتار اور اگر یہی
 ہوا ہے شک کا سب سے بڑا
 ہیں انہیں جو نہیں تو کہہ نہیں
 قسم ہو یا جہاں ہو کہہ ہو
 میری قسمت میں قسم اگر تھاکا
 آئی جانا دو دہ پر ظالم
 اگر میری جان کو مسترد نہیں ہے
 دیتے ہی جنت جہاں دہر کے بدلے
 گریہ لگائے ہے توی دم سے کہہ کہ
 ہم سے جنت ہے گاہ درخش قلم
 دل سے اٹھا طلوع جلوہ اسے دانی
 قتل کا میرے کیا ہے حمد تو دانی
 تو نے قسم ہے کہی کہ کھاں ہے ظالم

دگر نہ خوف بہ آموزی دہ کیا ہے
 ہوا ہی جہاں کو بہ طاقت دہ کیا ہے
 کر دے ہو جو آپ کا ہر کیا ہے
 جہاں سے ہی دیکھ تو دہ کیا ہے
 سوائے بارہ گناہ چھو گیا ہے
 پیشہ دہن و گندہ دہ کیا ہے
 تو کس جہاں دہ کیا ہے
 دگر نہ شرم میں ظالم کی آہ کیا ہے
 چل گئے ہو سے ہے ہوتے
 کا سب سے تم سے ہے ہوتے
 دل ہی دہاں کئی دہ ہے ہوتے
 کوئی دہ اور بھی ہے ہوتے
 طاقت ہر دہ دہاں نہیں ہے
 شہ بہ اہاں دہاں نہیں ہے
 اسے کہہ دے پادشاہ نہیں ہے
 خاک میں مٹا کی جہاں نہیں ہے
 غیر کی تہہ بہاں نہیں ہے
 دہے کہہ دہاں نہیں ہے
 تیری قسم کا کہہ اعتبار نہیں ہے

جرمِ خم سے جس تک سرگئی کہ ماہل ہے
 غصے غم سے طعنے ڈالتے زخمِ دوزی کی
 وہ گل ہر گشتِ بخت و اوائی کرے غالب
 پاؤں دامنِ ہوا میں بسکریں سدا فخر
 دیکھا حالت کھلے دل کی ہم خوشی کے وقت
 نہیں مریا سارے تہنیکِ شکاریت کچھ چوچ
 ہم زخمِ سیرتِ تھارتے گنار میں آوے
 تلنے کی جلی سادہ چوریں سنسروہ منہم
 تب تاجِ گراں ماہیِ تنگ پہا ہے
 لے لے لے لے لے کی اجازت کر گنگر
 زورِ پشیم نسوں کر کا کر پائے شاندار
 کائنات کی زبان ہو گئی ہیں سب سب
 مردان کیچھوٹ شکتی سب تہن تارک
 خادنگر تہا سوسن جو گر ہو سیں زور
 تب پاک کر بیاں کا مڑا ہے ال بھلی
 آنگھک ہے سین مراد زناں سے
 گلین سنی کا طمس شکر کسکے
 شسین مرگرم بہ چنگم کمال اچھا ہے
 ہوسو دیتے نہیں ہور دل بہ ہے ہر گھٹا گھاو

کہ تبار دامن و تبارِ نکر میں فرقِ شکل ہے
 ہیروت کہ پاس دوسے ہوا نہ قابل ہے
 بکھا خنہ دل کا صدا ہے خدا دل ہے
 غار پا میں ہر آئینہ نہاٹے
 ہے گیارہ آئینہ تیرا سر ہر سوسکے
 ہے یہی جیتر کا دوسری پیچھے آوے
 ہاں کاچھو رستہ دھار میں آوے
 تو اس تو گشت سے ہو گلاز میں آوے
 بہ لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 کہ لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 طلی کی لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 اک لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 آفر شسین غم مسکتا تار میں آوے
 کہ لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 بہ لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 ہر لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 اس سے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
 ہی میں لے لے لے لے لے لے لے لے لے

اور بازو سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
 ہے طلب ہیں تو مرزا میں سے غائب ہے
 ان کے گنگے سے برآہانی ہے سر پر زلف
 دیکھنے پاتے ہی عشاق جن سے کیا فیض
 ہم جن تیشے نے فراد کو شیریں سے کیا
 تھوڑا دیر میں جو مل جائے تو دیر ہو جائے
 خضر سلطان کو دیکھے خالق اکبر سب سے
 ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
 غیر لیکن میں سے جو سے جام کے
 عشقی کا تم سے کیا شکوہ گویہ
 غلامیوں کے گر پڑے طلب کہ نہ ہو
 راستہ ہی نوزم پڑے اور جسم دم
 دل کو آنکھوں نے چننا کیا اگر
 شہاد کے ہے خصل صحت کی خبر
 عشق نے غالب کھٹکا کر دیا
 پھر اس انداز سے سارا آئی
 دیکھو اسے ساکنین غلام خاک
 کہ از سر ہو گئی ہے سستہ
 ہنسے کہ جب کہیں جگہ ملی

ساغر جسم سے مراد جام حال چاہے
 وہ گھاہیں کہ نہ ہو تو اسے حال چاہے
 وہ دیکھتے ہیں کہ میرا کار حال چاہے
 اک برہمن نے کہا ہے کہ سال چاہے
 جس طرح کا کہ کسی میں کمال چاہے
 کام چاہے وہ جس کا کہ آں چاہے
 شاد کے بالغ میں یہ تازہ جنت الی چاہے
 دل کے خوش دیکھنے کو غالب خیال چاہے
 ہم میں یوں تشنہ لب بہ بنام کے
 بھگت نہ ہے جس پس منی نام کے
 ہم تو عاشق ہیں تمہارے جسم کے
 حوصلہ جتنے جاؤں تمہارا دم کے
 یہ بھی ملنے ہیں تمہارے دم کے
 دیکھتے کب دن چسپری خام کے
 وہ ہم بھی آدمی تھے کام کے
 کہہ دے ہر وہ تہا شادی
 اس کو کہتے ہیں مسالم ازنی
 کہ کہیں علی چسپری میسنی
 بن گیا شاد نے آب پر کافی

ہرزہ دل کے دلچسپ کے ہے
 ہے جو ایں شراب کی خیر
 کیوں نہ دنیا کو جو خوش غالب
 تخاص دوست ہیں یہاں داغ بھر جالی ہے
 داناہو عالم الیٰ بنت کے نہ ہونے سے
 کب وہ شفا ہے کہانی میری
 نقشِ حسدِ خونِ بڑبڑچ
 کیا یہاں کر کے مراد بچلے یہ
 ہوں زخموں کا پیرا سے خیال
 تھکال سے تھکال میرا
 قدر سنگ سسرور دیکھوں
 گرد بارو سے تابی ہیں
 دہنِ شمس کا جو نہ مسلوجھا
 کر دیا صفت نے ماہر غالب
 عشقِ نازِ نیت طراز بہ خوشِ قیام
 خود بدخو کہ تھیر کر کو تھاکا جانے
 وہ تپ عشقِ تناسل ہے کہ پھر ہے شمع
 گلشن کو تری صحت دیکھ خوش آتی ہے
 دامنِ کنگرہ استغاب ہر دہے جندی پر

چشمِ بگرسک دی ہے بیتان
 بارو کوشی ہے بار پیرانی
 مشاہدہ دینا رستے شفا پائی
 نگر پہلوتی کچھ تو جا میری جہی خالی ہے
 بھرے ہیں جہی تھرا دم و جہی کا کھالی ہے
 اور چہرہ جہی نہ بانی میری
 دیکھ خوشی بہ نشانی میری
 مگر اسشتہ سپہانی میری
 بھول جانا ہے نشانی میری
 رک گیا دیکھ روانی میری
 سخت درخس بنگلانی میری
 صبر شوق ہے بانی میری
 کھل گئی تپ سدا کی میری
 نگہ پیری ہے جانی میری
 پاتے طافوس پہلے قاتل شگے
 خم وداغ ساز کر اسشتہ سپہانی شگے
 شعلہ آغوش بگر بیتہ دوانی شگے
 میرے کھلے کمال ہونا آغوش کشانی ہے
 یان تارے کو اور اٹا دھوے دانی ہے



گلشنِ شایہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا خاکِ ہوتی و پتھری لالکاری لئے لئے

از بسکہ کھانا ہے غمخیزا کے اندازے
 میں زخم کی جو کھتی جو تیر ہر نو کی
 اچھا ہے سہرا گشتِ شبانی کا حضور
 کیوں نہ ہے ہر عاشق کی بے ہوئی ہے
 دشنے نے بھی نہ دکھایا ہر جگر کو
 صد صحت اور ناکام کرکے مرے غالب
 یہاں پرشت گرین آئینہ اسے ہے ہم
 آفرین گل کشور برادے دواع ہے
 ہے وہل جہ عالم مستکیں غمخیزا میں
 اس لب سے دل ہی جانیکا ہو سکی تو دل
 چاہیے انھوں کو جتنا چاہیے
 صحبت دشمن سے واجب ہے خدا
 چاہیے کو تیرے کیا بھلا قادیل
 چنگ مت کر غیب ہے از بزم گل
 دوستی کا پردہ ہے بیگناہی
 دشمنی نے میری کھو یا فکر کو
 اپنی رموزی میں کیا چلتی ہے ہی
 منظر مرنے پر ہو جس کی امید
 خالق بن مخلص کے واسطے

جو داغ نظر آیا اک سپشتم خان ہے
 کھ دیکھ یا بہت قسمت میں ہو کی
 دل میں نظر آئی تو سناک ہر نہ ہو کی
 یاں تو کوئی ستا نہیں سندرہ کو کی
 ٹھہرنے کسی بات نہ ہو بھی ہو گئی
 سرست میں سہلیک رہتا مسرور ہو کی
 حیراں کے جوئے میں دل ہے قرار کے
 اسے غنایب پل کر چلے دن بمار کے
 عشق شوق و عاشق و دیوانہ چاہیے
 شوق فصول و ہر اسبت دنداز چاہیے
 نہ مگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے
 چاہے اسے کو گھینچا چاہیے
 ہر اسبت اس سے ہی بھلا چاہیے
 کہ اُدھر کا بھی مستاد چاہیے
 نہ چھپانا ہم سے چھوڑ چاہیے
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
 یا ر ہی بنگلہ سر آگرا چاہیے
 تلامیہ دی اس کی دیکھا چاہیے
 چاہئے دلا بھی اچھا چاہیے

چاہتے ہیں خور و یوں کو اسد
 ہر قدم دوری منزل ہے نمایاں ہو سے
 دوس منوں کا سٹا بہ کاغل خوشتر
 و شبت کا ترش دل سے شب تنگی میں
 غم و شوق نہ چوسا دلی آواز تیاں
 اڑا کر سے چارہ صحرے ہوں
 ہے خوری پرستہ رسید فراغت ہو جو
 شوق دیدار میں گر آئے کھنکھن ملے
 ہے کسی اسے شب ہوئی کشت چہ ہے
 گدازنی ساغر صحرے دیکھیں تو سے
 نگہ کر م سے کونک چینی ہے اسد
 لکھیں چہ ہر دلی کی کہ سائے نہ بنے
 میں نہ آتا ہو ہنس کی اگر سے چہ دل
 کھیل سماج کیں چہ نہ نہ صحران بٹنے
 غیر ہر جا ہے لیکن تہہ کا کہ ہر
 اس نہ نکات کا ہر جو پہلے میں تو کیا
 کہ سکے ان کہ یہ جلوہ گری کی ہے
 روت کی ہوا نہ دیکھیں کہیں آئے نہ ہے
 ہر جو دوسرے کو چہ کہ آئے نہ آئے

آپ کی صورت تو دیکھا ہے
 میری رفتار سے جدا ہے چہ رہاں کہ ہے
 ہے نگہ ہشت شہزادوں کو سے
 صورت خود را سایہ کی رہاں کہ ہے
 کس قدر قادیانہ چہ رہاں کہ ہے
 صحرے شہزادہ ہر ہے چہ رہاں کہ ہے
 پڑے سائے کی طرح میری رہاں کہ ہے
 ہر گز شہزادہ کی طرح رہاں کہ ہے
 سایہ خود شہزادہ کی طرح رہاں کہ ہے
 آئینہ دہری کی یک دہری رہاں کہ ہے
 ہے چہ رہاں کہ ہے نہ شہزادہ کی طرح

کیا ہے ات چہ ات نہ سائے نہ ہے
 نس چہ ات چہ ات نہ سائے نہ ہے
 کاش کہیں ہو کہیں میرے سائے نہ ہے
 کوئی نہ چہ کہ کیا ہے تو چہ نہ ہے
 اواز نہیں تو انھیں اتہ گائے نہ ہے
 ہر جو چہ نہ ہے وہ کی کہ آئے نہ ہے
 تم کو چہ کہ نہ آتا تو نہ نہ ہے
 کام نہ ات چہ کہ نہ سائے نہ ہے

عشق پر نذر نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
 چاک کی خواہش اگر دہشت بہ مرانی کرے
 جوتے کا تیرہ وہ عالم ہے اگر کچھ خیال
 ہے شکست سے بھی دل فیر یا یہ کہ تک
 یکدم گر چہ شہرست باز سے پائے شکست
 غلبہ ماضی سے لگا ہے نہایت کا غفلت نے وہ
 وہا کے خواب میں تھیں اضطراب توٹ
 کرے ہے قتل لگاوت میں تیرہ دوریا
 دھاکے کے جنہیں لب ہی تمام کر بسکہ
 پاد سے ایک سے ساتی جو ہم سے غرض
 اسد خوشی سے ہے تھو پائیں چل گئے
 تیش سے میری تھکے کلش پرتا رہتہ ہے
 سر تک رہ سحر ادا وہ نور میں دامن ہے
 خوش اقبال و خوشی عبادت کو تم آئے ہو
 ہر طرف سے ہوش و حواس سے تھکے
 ابھی آئی ہے نوبت سے کل تھکے کلیر ک
 کہوں کیا دل کی کیا مانگے میرا ہر خواب
 نظر ہے دشت غفلت تک کہیں نہ ہائے
 بھاس نہیں کی کہ اتنی شور و ناخواب

کو لگائے نہ لگے اور بھگائے نہ بے
 مٹی کے ہاتھ زخمی دل گریبان کرے
 دیداد دل کو نوازتے گواہی کرے
 آئینہ کو درحسب میں گراں بستی کرے
 سوتے ٹیٹ دیداد ماضی کی مرگانی کرے
 ایک تھر تھر ہے جو کہ پریشانی کرے
 دل کے تیش دل پہل خواب تو دے
 تری طرح کوئی تیغ نہ کہ کو آب تو دے
 نہ دے جو سو تو نہ کے کیں غیب تو دے
 پیاد اگر نہیں لڑتا نہ دے شہر آب تو دے
 کہا جو اس نے نہ میرے پائوں آب تو دے
 مرا سر پہ پائیں ہے حواسی باب بہتر ہے
 دل ہے دست اپا اٹکادہ رہ کر رہا بہتر ہے
 فروغ شمع پائیں طالع بسیدہ بہتر ہے
 شمع آفتاب مچ کشتہ تار بہتر ہے
 جاری دید کہ خواب نہ لہنا عار بہتر ہے
 کہ بہ تالی سے ہر رک تار بہتر نام بہتر ہے
 غور و تحقیق غفلت ہے تو دشمن دہو ہائے
 دل میں سرور کے کاستہ پر کھنکھائے

فریاد کی کوئی نے نہیں ہے
 کیوں ہوتے ہیں باغبان تو بے
 ہرچہ ہر ایک شے میں ہے
 ہاں کھڑی دست فریبستی
 شاوی سے گر کر خم ہوئے
 کیوں رونق کسے ہے زلف
 ہستی ہے نہ کچھ ہم نے غالب
 نہ وہ نہ سہم ہر مست دل کا
 بہتہ نغموں میں تھکائی نے تیرے چوہ کی
 ہم رنگ کا اپنا بھی گوارا نہیں کرتے
 اور وہ انھیں خبر سے ہے رونا خان
 نہ باہت فوسیدی اور باپ ہوس ہے
 کہ ہے بارہ تیرے ہاں گنگوٹا
 کبھی تو اس دل شادی کی بھی دلائے
 پہلے گر: تھے ناما سے پہلے زور
 اسد ہے نغمہ میں چل چہ قار سے خدا
 کیوں نہ تو چشم بکلی کو تھکائی کوئی ہو
 مرتے تھے دیکھنے کی آرزو نہ چاہی کس
 مانجی گل دیکھ نہ لے یا یاد آیا اسد

بار بار پوچھتے نہیں ہے
 گر وہ گدے سے نہیں ہے
 پر گھسی تو کوئی شے نہیں ہے
 ہرچہ کیوں کر ہے نہیں ہے
 اسی ہرچہ تو سے نہیں ہے
 تھے چہ پلے کی تھے نہیں ہے
 آخر تو کیا ہے نے نہیں ہے
 کہ اس میں جڑ ڈالنا اس جڑو ہلچل ہے
 وہ ایک لگ کر بگاڑ کا دے کم ہے
 مرتے ہیں دے لئی کی تھان نہیں کرتے
 کا ہر کا یہ پردہ ہے کہ ہر حال نہیں کرتے
 غالب کو بڑا کھتے ہر دھان نہیں کرتے
 غلام بیاد سدا سرنگا ہر گھیں ہے
 کہ ایک مرتے صورت پرست باہیں ہے
 کہ گوش گل خم شمع سے نہ آئیں ہے
 تمام ترک مہاسب وہاں نکلیں ہے
 یعنی اس چار کو تھک دے سے ہر سیر ہے
 دے ناگاہی کہ اس کا کار کا خبر تر ہے
 ہر شش فصل ہاں سدا سدا سدا

دیا ہے دل لگائیں کہ ہر شے کیا کیے
 یہ خدا کہ آج نہ آئے ہو رشتہ بن نہ ہے
 سچے سچوں گروے گا گزشتہ کتاب
 نہ کہ کہ شکر اہل دہے لکھا ہے ہم کو زب
 ہم کے کہتے ہیں ہمارے وہ پرستیں مل
 نہیں نہیں ہے ہر شے وقت کا یہ سال
 انہیں ملے وہ زلم جس ہے کہیں لڑیے
 صد سزا کے کمال سن ہے کیا کہیے
 کہا ہے کہ ہے کہ غالب ہے انہیں لگن
 دیکھ کر درپردہ گرم دامن افغانی کے
 بن گیا چلی گھر بار کا سنگ بناس
 کہیں نہ ہو کہ افغانی ملے گا کہیں ہے
 میرے غم غم کے کہتے ہیں کہ ہم کہنے لگی
 بد گاہی ہوتا ہے وہ کا فر نہ ہو تاکہ لگے
 دے دے دے ہی شور شرعہ نہ ہم چھوڑ دیا
 وہ دے دے کہہ دے کہ کیا انہاں ہے
 اہل سنت کو انہی کی جباری وہ وہ
 دی ہے یہاں کہتے نے انہی کو زندگی
 یاد ہے شادی میں لگی ہلکے زاروب کے

ہوا رقبہ تو ہو نہ رہے کیا کیے
 قضاے شکر وہیں کہ ہے کیا کیے
 اگر کہے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کیے
 کہیں کے ہی نہیں ہر شے کیا کیے
 کہ کہے کہ کہیں کہ ہے کیا کیے
 ہوتے انہیں کہ ہے کہ ہے کیا کیے
 ہیں وہاں سے قطع نظر ہے کیا کیے
 ستم ہوتا ہے سزا ہے کیا کیے
 سوسے س کے کہ افغانی ہے کیا کیے
 گئی وہ اس سے ہی ہری میراں کے
 رہا میں کیا کہ کہ کہ افغانی کے
 جانا ہے کہ کہ اس سے ہر شے کے
 بھڑا ہوا ہے اس سے ہر شے کے
 اس کہہ دے افغانی ہے کہستان کے
 نے کیا تھا کہ اس افغانی کے
 تم کہ کہیں کہ ہے کہ افغانی کے
 ہر ہر ہر کہ کہ کہ افغانی کے
 یہ کہ کہ کہ کہ افغانی کے
 شہزادہ ہر ہر ہر ہر ہر ہر

ہے زبانی میری

ہے کلمہ خاطر و دستہ دور و بین سخن
 یارب جس مشکل کی راہ کس سے چاہیے
 عشق ہے شتائی لذت اسے صبر کیا کروں
 دل لگا کر آپ ہیں غالب ہمیں سے گئے
 حضور شاہ ہیں اہل سخن کی اندیش ہے
 قدر کیسوں میں قسرا کہہ کی اندیش ہے
 کہ گئے کہ گئے کے وہ جھٹکا تھا لڑ
 نیچر صبر کا کیا ہے کنکاش کی ہوا خدای
 وہ کیا دہریں دیکھ دیکھ چکر کا حاصل تھے
 وہ دل ہی میں چرخ چاہا بلکہ کلام بہتر
 نہیں کہ خود زبان کے چند سے کہانی
 پڑا دے دل بہت رسانی سے کیا حاصل
 نگہ دیکھیں یہ شہنشاہی تو تھیکے کیا
 وہاں میں گھر گھر وہ دیکھ دیکھ غالب
 ہمیں بھی کس کی سرگداز ہے کہ ہے
 خداوندی دل کی مگر تاجیرہ نعلی ہے
 وہ یہ اور میری داستان عشق طرانی
 آنسو وہ دہگانی ہے اور نہ ناخوانی ہے
 مگر کلمہ ہے تاجیرہ کی کیا تھیکے

حق علم نفس اربعہ غلام کتب کے
 رنگ سازش ہے اندیشوں کی ب کے
 آرزو سے ہے کلمہ آرزو مطلب کے
 عشق سے اتنے تھے باغ ہر باغاب کے
 ہمیں ہی لاف خدایں ہیں کی اندیش ہے
 ہمیں ہی ہیں ہاں اور سن کی اندیش ہے
 ہزار اس بات کلمہ ہے سن کی اندیش ہے
 آتے آتے کی دوسری کی اندیش ہے
 شکیب و صبر دل کی اندیش ہے
 غرض شہد ہے ہر ایک گل کی اندیش ہے
 وفاداری میں شفیق و دہریں کی اندیش ہے
 گر کبر آپ زلیخہ پر شک کی اندیش ہے
 اسی تو کئی کام و دہریں کی اندیش ہے
 سنے عشق کی راہ کی اندیش ہے
 بخانی کر کے اپنی راہ شہد ہے کہ ہے
 کہ جتنا کچھ جتنا ہوں وہ کچھ جانت ہے کہ ہے
 ہر بات حق کا وہی کلمہ ہے کہ ہے
 غریب چاہا ہے جس سے وہ کلمہ ہے کہ ہے
 کہ وہاں کی راہ چاہا ہے کہ ہے



آہِ رناسی ہے تو میں ہے افسرخ
اُٹتی سی رک تیرے لیے زبانی طوطی

شگفت بر طرست نظار کی جیسی جیسی گین
 برے نہیں پاشلی چٹکے نیر عشق میں زلزل
 قیامت ہے کہ بر دے ملی کا ہم سفر غالب
 تو بیک عشق کا شایہ ہوں عیادت ہے
 نہ ہاؤں کہیں کہ شے الی طعن پھسلی
 بی بی کا بوس ہوں تک عیادت توڑ
 وفا تقابل اور عیادت عشق ہے بنیاد
 اور آفتاب ہوں کہ اگر تو خیم میں جاوے ہے
 کیا خوب ہے کہ اس کا کوئی نہ کر جاوے دم
 نہ نہ کہو سے دو کہو پر و آفتاب
 یاں تک میری گر فانی سے توفیق ہے کریں
 باز پوچھا اقبال ہے آفتاب سے آگے
 کہ کہیں ہے اور تک پہنچیں غنوک
 جو نام نہیں میری عالم کے تصور
 یہ تپ نہں گریں میرا سے ہوتے
 ست پر چمک گیا حال چہ پوچھے ہے
 جی کہتے ہو میری نورانیوں کی گین
 پرور چمک نہاں کی نشت افکار
 نور کا گار گے ہیں شگفتی

اور کو کہا ہے کہ بچم کیا جاوے ہے کہتے
 دیکھا جاوے ہے کہتے نظر جاوے ہے کہتے
 اور کافر نہ آگے ہی دوسرا جاوے ہے کہتے
 کشادہ دہشت مرا حسین نہ صفت ہے
 تجھے کہ آیت ہی دیکھ عیادت ہے
 حکم جہر سر پر شے عیادت ہے
 جہنم مانت واصل گل قیامت ہے
 میرا زمرہ دیکھ کر کوئی بہت عیادت ہے
 داس تک کوئی کسی نہتے چہ عیادت ہے
 کہوں کہ ہر نورانیوں کی عیادت ہے
 زلف گریں ہوش تو شائے میں آج عیادت ہے
 یہ تپ شہرہ کا شہر عیادت ہے
 ایک بات چہ اہم میرا عیادت ہے
 تو وہم نہیں چوٹی شہر عیادت ہے
 جلتا ہے میں شگہ اور عیادت ہے
 تو وہ کہ کیا رنگ ہے تیرا عیادت ہے
 جلتا ہے تیرا عیادت ہے
 کہتے کوئی نہ عیادت ہے
 کہتے کوئی نہ عیادت ہے
 کہتے کوئی نہ عیادت ہے

یہاں کے لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ کفر
 عاشقوں پر چڑھنا تو نبیؐ سے برا کام
 عاشق جتنی دیر اس کی بیعت میں رہتا
 چھ ماہ جی کہ کفر پر اس کا شری ہے
 گو اٹھ گز پیش نہیں نکلتی بیعت
 اچھا دھرم چھوڑ دے ہم راہ سے ہیرا
 کس کو حال تو کہنے پر ناخدا کیسے
 زکیر وطن سے ہر دم کہ ہم سنگریں
 دیکھیں ہر سر پر دل میں جب آفر جاوے
 نہیں فریاد رامت ہر راستہ پر کیاں
 جوتہ کی ہے اس کے نہ دلی سچے
 کہیں جنت جہاں کا ہی مرض کیسے
 کبھی لگا رہتے سچے کراں نہیں کیسے
 رہے یہاں تو قاتل کو فوں ہوا کیسے
 نہیں لگا کر آفت زہر لگا تو ہے
 نہیں بیمار کو فرستے زہر بھرا ہے
 خیر بد کہتا ہے وہ آگاہ غالب
 روئے سے اور عشق میں ریا کیسے کہتے
 صوبہ بھارت نے ہونے لگا ہے کش

دھوئے دیر کو بوسے تواریکی سے تم
 کتاب ہے کوئی آلا بیل کو بے اثر
 پوچھے ہے کیا وہ درد دم دلی شوق کا
 کرنے لگے تھے اس سے متعلق کو چمک
 اس رنگ سے نکالی گئی غم اس کی گئی
 نشا شاداب رنگ و سارناست حرب
 جنت میں کہ کہ ہم کرتے ہمیشہ دوست
 عرض تاز شوقی انداز پر اسے غم ہے
 ہے دم میں تجھ کو جوت انجام گل
 گفت اسرو کی کو شیش و تابی سردا
 سوزش دلی کہی ایسا ہنگامہ دیاں
 شمع کے پر داغ و رشتان جلا ہے
 تاجکھا اسے آگنی رنگ تماشا باطن
 جب تک وہاں نرم نہ پدا کرے کوئی
 عالم غم و شبت ہمیں ہے سسر
 اسرو کی خبر حرب انسا سے شکات
 دلتے سے اسے نیم راحت ذکر کئے
 پاک ہر ہے وہ پرست غم دلی
 گفت جگر سے ہے کہ ہند شیش گل

ہر سے طبعی کے تو چاک ہر گئے
 ہر سے میں گل کے فک جگر پاک ہو گئے
 آپ ہی ایک کے خس و خاشاک ہو گئے
 کی یہ ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے
 دشمن ہیں جس کو دیکھ کے فنا ہو گئے
 شیطانی سر و سبز بر لبہ نغمہ ہے
 وہ تو میرے لئے کو میں اظہار غم ہے
 دھوئے جیت ایسا ہر جانے غم ہے
 یک جہاں زمانہ تامل و رقتا ہے غم ہے
 درد دلی و دل افشون بتا ہے غم ہے
 دل میں گریو لب اسٹا ہے غم ہے
 آئینہ زانوئے فکر استماع جلا ہے
 ہر شمع و اگر وہ آغوش دایع جلا ہے
 شکل کہ جس سے نام سخن جا کرے کوئی
 کہ تک خیال طرہ لیتے کرے کوئی
 ہاں وہ ہیں کمال میں گوہر کے کوئی
 آخر بھی تو غم دلی واکرے کوئی
 کیا قائمہ کو جب کہ دوا کرے کوئی
 تاجند اغیانی صبر واکرے کوئی

ناکامی گاہ سے برتی نظارہ سوز
 برنگ و شست ہے صوبت اگر گشت
 سر پہ ہونے نہ وہ نہ صبر کر اسے
 ہے دشت طبیعت ایک دواں فرخ
 بچکارتی حزن کو ہے سر پہ لاشعل
 شمس فرخ شمس خن دور ہے اسد
 بچہ صرم ہوا کرے کوئی
 شمع و آئین پر مدد سی
 پال بچے کوئی کنن کا تیر
 بات پر ماں زبان گشت ہے
 بک دوا ہوں جنوں میں کیا کیا
 نہ سوگر بڑا کے کوئی
 ساک دوگر غدا ہے کوئی
 کوئی ہے جو نہیں ہے حاجت
 کیا کیا غرض ہے شکستہ
 بہ ترقی ہی ماؤ گئی غالب
 بہت سی فرم گشت شرب کم کیا ہے
 شادی طرز عشق جانی ہے کیا ہے
 سخن میں غزل غالب کی آتش لاشعل
 نور خنیں کہ تھو کو ناکارے کوئی
 قصور نہیں ہیں سے وہاں کرے کوئی
 نوبت کہاں کو تیری نفا کرے کوئی
 یہ درد وہ نہیں کہ نہ مہیا کرے کوئی
 بب با قدرت پہیلی ہر گاہ کرے کوئی
 پہیلی گاہ شستہ یہاں کرے کوئی
 میرے دکھ کی وہاں کرے کوئی
 ایسے قابل کا کیا کرے کوئی
 ماں میں بچے کے با کرے کوئی
 فاکس دوشستا کرے کوئی
 بچہ نہ کے خدا کرے کوئی
 نہ کوگر بڑا کرے کوئی
 بچن دوگر غدا کرے کوئی
 کس کی حاجت وہاں کرے کوئی
 اب کے رہنا کرے کوئی
 کیوں کس کا لگا کرے کوئی
 تمام مانی کوڑیں ہلکے فر کیا ہے
 قریب ہے اگر غشت تو شرم کیا ہے
 نہیں جتن کج گن زباں پر کیا ہے

[illegible]

مستیِ عشقِ غلبتِ ساقیِ ناک ہے
 نوزِ نغمِ تجی سازِ نہیں دل میں آواز ہے
 جوشِ رقص سے کہ نظر آتا نہیں کہ
 یہ صحن کی پیش کرتی ہے گوندِ بہار ہے
 اور مددِ حواریں مصلحتِ آپ ہے
 ہر دمِ دشتِ کدہ کے کیلچر ہے
 نغمہ کی میں تاشانیِ نیر کی کشتا
 سایہ سے گردِ بے دمِ خود کا خیر
 ہر دمِ بیروتِ عاجزِ مرضیِ یکسخت ہے
 محفلِ ہر وقت آپ کی ہر آنکھِ ہفتا
 انہی کی کثرتِ قمر سے محبت کی نسبتِ شادی
 دل و دینِ تقدیرِ ساقی سے گر سودا کیا جا ہے
 غمِ نظارِ باغ میں پردہ نشینِ دشت ہے عاشق کو
 فریب میں تاشا اور گلشن ہے
 قمارِ گلِ غفلت سے جتن سے جتن
 نرگسِ سینہ عاشق سے آپ تہی گاہ
 جس کا نسیمِ شاد کی گشتِ ناخوش ہے
 ایک سرخ جگر ہے بیرونِ کشتہ
 ہے نہ تنہا گلِ باغ سے غبارِ شوق

سورجِ شربِ یک مژگنِ خواب تک ہے
 شیبِ لیل میں نہ صافِ چاک ہے
 سوزِ بادیِ آگ میں یک شوقِ ناک ہے
 قیاسِ کشتہ میں جس کا خیر ہے
 عشقِ باغ کی ہر آنکھِ ہفتا
 شیشیِ نیر کی دشت ہے جوشِ آواز ہے
 عشقِ نیر کی ہر آنکھِ ہفتا
 سرِ قمر کی ہر آنکھِ ہفتا
 غمِ نظارِ باغ میں پردہ نشینِ دشت ہے
 محفلِ ہر وقت آپ کی ہر آنکھِ ہفتا
 انہی کی کثرتِ قمر سے محبت کی نسبتِ شادی
 دل و دینِ تقدیرِ ساقی سے گر سودا کیا جا ہے
 غمِ نظارِ باغ میں پردہ نشینِ دشت ہے عاشق کو
 فریب میں تاشا اور گلشن ہے
 قمارِ گلِ غفلت سے جتن سے جتن
 نرگسِ سینہ عاشق سے آپ تہی گاہ
 جس کا نسیمِ شاد کی گشتِ ناخوش ہے
 ایک سرخ جگر ہے بیرونِ کشتہ
 ہے نہ تنہا گلِ باغ سے غبارِ شوق

دل دلی و دود بتا دھا طریت
 چھوٹے چہ شیم آئینہ بک گل پر آب
 چلی آگزی ہے دودا دلدار کی دیکھ
 چہ بدوئے دادی بھئی گزیرا
 تھے غریب یک کپ غریب آتشلی
 دل است گتہ خبر دس برہی بھئی
 غفلت کل مراد سہ دھاری شاد
 آئینہ بھئی نہ دھکی کہ تھی کہیں سے
 صورت نہ دکھائی تھی جہم لہال ہی
 پڑتا ہے کس سے کوئی بھڑک سے خدا
 سر پہ جام دودا سنسوی سے لپٹے
 چہ جہم تری صورت دیدار سے نہاں
 دیکھتے تھیں گھاسے جوش کو
 غالب بڑا نہاں جو دھا بڑا کے
 شیم بک گل دھار دھال زور سے
 دل میں شہ کلشن مسرت دیدار
 شہ سے نہاں ہیں شہ سے ہو کی
 مثال میں تری ہے دھال کی بھڑک
 تری کپ دھار دھال میں غریب بک

نظارہ کا شہر دھار دھار ہے
 آنے میں لپٹا ہے دھار دھار ہے
 دھار دھار دھار دھار دھار ہے
 بڑا کھڑے کھڑے کھڑے کھڑے ہے
 غریب آتھ غریب بک ہے
 اسے دھار دھار دھار دھار ہے
 لے کر کپ دھار دھار دھار ہے
 ایسا کپ دھار دھار دھار ہے
 کھڑے کھڑے کھڑے کھڑے ہے
 اسے کھڑے کھڑے کھڑے ہے
 دھار دھار دھار دھار دھار ہے
 شوق دھار دھار دھار دھار ہے
 صبح دھار دھار دھار دھار ہے
 ایسا بھی کپ دھار دھار ہے
 دھار دھار دھار دھار دھار ہے
 آئینہ دھار دھار دھار دھار ہے
 ہی کپ دھار دھار دھار دھار ہے
 آئینہ دھار دھار دھار دھار ہے
 اسے دھار دھار دھار دھار ہے

نونے ہی مٹوا کیا دشت ملک
 بجوری دواستے گرفتاری الفت
 سلیم چا حال خمیر دای گزشتہ
 لے پرتو غز شیریں باب صحرایی
 ناکہ گناہوں کی ہی موت کی بے خبر
 راجا کی غن سے چلنے پر غالب
 حشر غریب شکل حبیبی کو نور کی
 تک فرماں کنیں میں کہیں بتا دی
 راجا نہ تم ہی دکن کو چلا سکو
 راجا ہے جسے مٹری تانی گاہیں فنا
 کہ ہمارا ملک ہے جو بیل ہے خرما
 کو چلیں وہاں کے گلے لے کر ہی
 کیا فرض ہے کہ کب کو بے یک سا رہا
 گری کسی کام میں لیکن اس قدر
 غالب اگر اس مٹری بکھڑے تلخی
 تم کہنے میں ہوا وہی ناکام بہت ہے
 کہنے سے ساقی سے ہوا آتی ہے درد
 سے تیر کاں میں ہے دستہ اندا کیوں ہی
 کیا نہ کہ انوں کو نہ ہو گرجہ برائی

سترق ہے وہ گل لڑ رہا ہے
 دسے تو سنگ آمد وین طاب ہے
 تلخ سم آئینہ تصویر نا ہے
 سائے کی ہی ہر پہاڑت رہا ہے
 راب گری کہ گناہوں کی خزا ہے
 کوئی نہیں تیرا تو مری جان خا ہے
 قسمت کھل کر ہے قدو بخ سے لہو کی
 بڑی ہے گناہ جیسے شہسوار تو کی
 کیا بات ہے تھادی شرب لہو کی
 گویا ہی شش نہیں قند صحر کی
 بڑی ہی تک طبر ہے زہانی طبر کی
 کہے سے ہی قدر کی نسبت ہے نور کی
 قند ہم ہی سیر کر ہی گویا طبر کی
 کی ہیں سے بات اس نے لکھت ہو کی
 جی کا خواب زندہ کن کا خوشی
 ہر گاہ کہ ہے سے لکھم بہت ہے
 ہے خوں کہ لکھ آرد و جام بہت ہے
 کہنے میں جس کے لکھم بہت ہے
 باخانی علی کی طبع مستام بہت ہے

بھرتی ہی ہے کہ اور کسی کے لئے دہی
 ہی ہو شہتا ہے ہر ہی نوک کے وطن
 غالب ہیں انہیں کہ ہر مٹی انکے ہے
 فوج میں ہے یہ اور دست جاں کے ہے
 جاسے اگر مڑا پار شہتا، غوں ہے
 وہ زخمہ ہم کی کئی دو شاہی حق سے خضر
 سا باغ میں بھی شیں جھکے سے انجہ رنگ
 فلک نغور نہ اس سے کہے کہ میں ہی نہیں
 شالہ مری کہ شیش کی ہے کہ نچلے اسیر
 کہ اس کے وہ چپ قمار ہی وہ شامت ہے
 بقدر شوق نہیں غرضت شہتا سے غزل
 رہا ہے خلق کہ بھی کا اُن سے غم نہ گئے
 زبان ہوا از شہتا دایا، کہیں کا نام آیا
 خیر دوست وہیں اور نہیں منت، رنگ
 نازد میں اس کے ہے کہ اگر شیش
 ورق تمام جود اور خدایا ہی ہے
 اگلے خاص سے غالب ہوا ہے کہ سزا

مرنے ہر شہتا، وہاں کے ہے
 جگہ ہی ختم جہاں کے ہے
 جگہ ہی ہم شہتا وطن کے ہے
 رہی زلزلہ ستر کوئی اس میں کے ہے
 تھکن کہ بھی ہی ملگھن شہتا کے ہے
 نہ تم کہ رہے شہتا جہاں کے ہے
 جگہ جہاں ہے وہاں ہی کہ جہاں کے ہے
 وہاں شہتا قافل کے کہ شہتا کے ہے
 کہ شہتا میں فراہم شہتا کے ہے
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں ہے باہاں کے ہے
 کہ اور جہاں ہے دست مرنے جہاں کے ہے
 بے شہتا جہتا جہتا مسوس خاں کے ہے
 کہ میرے خلق نے وہ شہتا جہتا کے ہے
 جہتا جہتا جہتا میں کے کہ شہتا کے ہے
 جہتا جہتا جہتا جہتا جہتا کے ہے
 جہتا جہتا جہتا جہتا جہتا کے ہے
 جہتا جہتا جہتا جہتا جہتا کے ہے



قصائد

ماز یک قصہ شیر مرغی میں ہے بیکار
سستی اور صبا سے ہے ہر طرف بنو
ہنس رہا ہے ہر طرف کی مٹی داغ پڑ گیا
سستی اور ہے گھیریں رپ ہے سوت
کہد مہر اور سوسری شوق لبیل
سننے ہے فیض اور صبر و صفا کی قیچ
کاٹ کر پھینکے تاش قربان دہاں
کھپ ہر رنگ گروں شد و تری پود
یکسو ہیں اگر گزند سے گھینی
سویں گی زعفران و لکڑی تکیہ خان
کھینچ کر دلی اندیش میں کی تصویر
مسلحہ کی ہے بے غور و حوش تار
دو شمشاد و کامیں کی ہے تعمیر
فلک عرض پریم و کیم و شمشاد
ہزار اور میں یک کھوشت لب ام
ہاں کی خاک کا سال و بیک کھلا

سایہ لالہ و داغ سودا سے بند
روقا شمشاد سے ہر طرف کھلا
تازہ ہے ہر طرف ہر صفت و صفا
کہاں کہش میں گن ہے ہر عالم کلا
ماہ و خورشید ہر طرف تہہ کی ہے بند
سروشیت و دہاں اور بیک صفا
آفت تاباں میں کہیں نہ چھوٹا کلا
"ایم ہر کھلا آتش فدا ہاں کھلا
بھول ہاں کھلا قیچ ہاں کھلا
کم کہہ گزند ہاں میں گزند ہاں
ہر شمشاد و لکڑی تکیہ خان
خالی ہر طرف کھلا سہل پیرا
چشم و جبین ہر طرف کھلا
شمشاد و لکڑی تکیہ خان
دست و پیرا کھلا لب ام
دست و پیرا کھلا لب ام

خاک محو کثافت بر سر سیم زر کا
 زان اس گرد کا نور شمشید کا زینت کا
 آفرین کہ چاہا سے طلب سنی باز
 فیض حقیر سے پہلے شرف بستی پہ
 شکل ظاہر کہ سے آئینہ خانہ پہند
 تیری اور کے غم سے چٹکے لگیں
 ہم عبادت کو ترا کشش قدم نمر باز
 غنا تیری تری نشان نذر رخت ساری
 جو ہر دست دعا آئینہ حسن تاثیر
 مودت سے جو عزا خانہ اتھال لگا
 دشمنی ال بھی کہ طرب نقادہ
 مودت احاطہ کسدا آئینہ یک پرتو شوق
 دہر پر جلوہ یکستانی مشوق نہیں
 یہی اسے فنا کا کہ نہ ہوت ہے نذوق
 ہر نہ سے غفلت کی روچ کستی و عدم
 قریب حسن پر غیا زہ عریض صورت
 لائو دانش لقا و طبع عبادت معلوم
 حلی خضوع و قاراد دست تسلیم
 عشق پر جلی شیرازہ فاجیر کے حواس

ہر شمع نقش قدم آئینہ محبت سے
 گردن شست کی سید کا حوام ہر
 عریض غیا زہ ایسا ہے ہر سراج عباد
 دلی پردہ پر عاکس برائیل گور
 لائق ہی جلوہ کے تیرے چہل قدمیہ
 تک اقریب ہر تو مژدہ کو ہر ہر
 ہمہ وقت کتابت و خط سے استلزام
 ہام سے تیرے حواس پر دوزخ آفراد
 یک دولت ناشی بر لکھن دگر غم خار
 خاک ہر کی تری ہم ہر دھڑکتا
 عریض غیا زہ بیلاب ہو طاق و بار
 فیض حق سے خط سافر راقم سرشار
 ہم کہاں ہوتے مگر حسن نہ ہوتا خود میں
 یکس سے فنا کا کہ نہ ہوتا ہے نہ میں
 غصہ آئینہ نرقی جنون و نگین
 سخن حق سے بیجا ذوق تمہیں
 ذوقیک سافر خلعت ہے چو نیل پوش
 صورت نقش دست ہم خاک حرقی نگین
 اصل نگارہ لای آئینہ سحر میں

کو کہیں اگر کسے مراد و مطلب کا، و قیام
 کس نے دیکھا غرض اعلیٰ دعا آتش خیز
 سلیح نمرود اہل بساں میں نہیں
 کیس قدر نمرود مرادوں کو چلا جائے
 عشق و اعلیٰ کھانے کا دیاں خیر
 مختصر فیض خدا جان و دل مستم
 دور و سبب دیا دیاں کلام غلام
 جوں دیکھتے غرض قدم شریک میں
 نسبت نام سے اس کے ہے در کسے
 فیض خلق اس کا میں شل چکے کسے
 بڑی آج کا اس کی ہے دیاں میں
 کفر و کس کا، دیاں ہے کس کے لئے
 جان نہ اول دیاں فیض و است
 ہم اہل کسے دیکھیں و میر خیر
 کس سے کس سے تری میں فیض و حب
 آستان ہے تری میں جو کسے کس
 تری میں دیکھ کے چکے سبب و تری
 تری دیکھ کے چکے دیاں کس دیاں
 کس سے کس سے تری میں فیض و حب

دیکھتے آج کا اس کی ہے دیاں میں
 کس نے دیکھا غرض اعلیٰ دعا آتش خیز
 سلیح نمرود اہل بساں میں نہیں
 کیس قدر نمرود مرادوں کو چلا جائے
 عشق و اعلیٰ کھانے کا دیاں خیر
 مختصر فیض خدا جان و دل مستم
 دور و سبب دیا دیاں کلام غلام
 جوں دیکھتے غرض قدم شریک میں
 نسبت نام سے اس کے ہے در کسے
 فیض خلق اس کا میں شل چکے کسے
 بڑی آج کا اس کی ہے دیاں میں
 کفر و کس کا، دیاں ہے کس کے لئے
 جان نہ اول دیاں فیض و است
 ہم اہل کسے دیکھیں و میر خیر
 کس سے کس سے تری میں فیض و حب
 آستان ہے تری میں جو کسے کس
 تری میں دیکھ کے چکے سبب و تری
 تری دیکھ کے چکے دیاں کس دیاں
 کس سے کس سے تری میں فیض و حب

جس نے ہر دماغ اس کا نام لیا
 شوقی دماغ غائب ہو گیا کتنے شب
 سہو کا گری ہو کر نہ سوسن ہوئی
 غم شیریں ہے جو جین پل تک پہنچ
 فتح کی نصیب نالہ میں دے سرگرمی شوق
 دلی اکت شب دے سب سے نصیب غنا
 صورت اس امر شیدا فدا دوزخ
 ہاں سوز سیں ہم اس کا نام
 دوزخ کیا ہے تو نظر دیکھ سچ
 ہم سے دے دیں کس سا غائب
 اڑ کے ہاں کس کی کہ جی کا
 مردہ اسے سہو دیا ہمیں غم
 ضرور میں جین نہ آنے کے
 ہاں کو جھوٹا پاس ہے کتنا
 ایک میں کیا کو سب نے چلن پایا
 دوزخ کی کہتے ہیں جیسا ہے
 جاتا ہوں کوئی دنیسا میں
 میں نے مانگا تو ہے حق کوئی
 جاتا ہوں کہ جاتا ہے تو

کہ سہو تیرے کوئی اس کا غریب نہیں
 ہے نہ دھند فضل پر نہ ایک نہیں
 کہ ہایت کچھ پروت چ نہ پا آہیں
 کہ میں غم کی جگہ سے ہی نکلیں گی
 کہ ہاں تک چٹاں سے قدم نہ نکلیں
 جگر چلے پرست دلی صدف کی گریں
 دھت مہاب گل کسٹل لہریں ہاں
 جس کو تو چمک کے کرنا ہے سلام
 میں اماندہ ہر یہی ادا
 بندہ طرز ہے کہ کس میں نام
 اس نے بھار کا قصہ ادا
 ہنسنے نہ شادا عام غم
 ہے کہ کیا ہے عید کا کھانا
 صبح جو چاہے اور اسے نام
 تیرا امت از دوزخ نام
 ہم کو بھاسے کیا کہیں نام
 ایک ہی ہے عید کا نام
 غائب ہوں کہ اگر میں ہے نام
 تب کہ ہے عید کا نام

ہر تپش کو جو تو ہے اسے ماہ
 تھک کر کیا پانہ رو سٹھناس کا
 جانتا کہیں کہ اس کے فیض سے تو
 انہی اپنا سب ہی نہیں کون
 میری بنا جنت و حساب ہے
 ہے کہ آئندہ نے بخشش خاص
 ہر اکٹھے گا جسکے تو دروغ
 جسکے چہرہ ہنسنے کی تسکلی
 جیسے پر تو سے ہیں فریاد پر
 دیکھنا میرے آفت میں ہر روز
 پھر قبول کی کہ جس کی جلی کا
 زہر منہم کر چکا تھا میرا کام
 سخی چھوڑیں تیرے ہوتے جہاں
 ہر کیا یہی فیض ہے
 کہے ہیں جانتا میں کہ تیرے
 اس حق کا ہے دُور کہ آفت
 ہوسٹیں میں ملن کو ہے اٹھار
 پھر آج میں کہن کو فتنہ آئے
 کہ چکا ہیں تو سب کہ اب تو کہ

قریب ہر روز نہ کہ سبیل ہوا
 ہر ایک تپش میں ہر ایک ہوا
 ہر سنا چاہتا ہے اوتار
 تھک کر کیا پانہ رو سٹھناس کا
 اور کے ہیں وہی سے کیا کام
 گرتے ہے ہر ایک ہر ایک ہوا
 کیا دے گا کہے کہ کام
 کتنی فتح تیرے ہی جہاں کام
 کہے دیکھتے ہیں ہر ایک ہوا
 وہی صورت کانک ہر ایک ہوا
 وہی فتح پانہ ہوا تھا کام
 تھک کر کہے کہ کام
 تم سے جب کہن ہر ایک ہوا
 کہہ دیکھیں وہ فتنہ ہوا
 اب تو پانہ ہے وہی ہوا
 پہن سنے لی ہے جس کے کہن کام
 دل کے پنے ہیں کہ تھا کام
 کہیں دیکھیں وہ فتنہ ہوا
 سنے ہی ہر ایک ہوا

کہیں سے جس کے دریاں چھوٹے
 تو میں جانتا تو میرے عشق
 قبضہ ہوشم، دل پہ ہوش
 شہر و طے سینے، اضعاف
 جس کا پر فصل صورت اہواز
 ہنسی میں سے دل پہ قبضہ عالم
 اسے تو اعلیٰ زندگی ہے
 ہوشم ہر دہر ہر دہر شکوہ
 جان نکلے میں تیرے قہر و دم
 ہر دم تک جانتے ہی رہے
 نذر ہنسی میں اسے ہی گئے
 رہا کوشش کالی تاک
 تیرا کھیرے میرے کھیرے ہوت
 تھا گری ہے گیا دم چند
 تیرے غلی گری ہنسی کی صدا
 فی صورت گری میں تیرے گز
 افس کے مضمون کے ہر دن سے
 جب ازل میں ہوشم پڑے ہوتے
 نور حق اور حق میں یہ گلاب تھا

کہہ دیا شاہدیں کو عاشق کشن
 اس میں کو کیا گیا کہ کہیں
 حکم دینے لگا کہ لکھیں
 انہیں وہ آب و باد ملک نے مل
 میری نشان کا نام خسرو دہ
 تیری توجہ سلطنت کو بھی
 کاہل حکم نے برصہ حکم
 ہے اہل سے روئے آغاز
 مجھ کو دروازہ غار کھول
 خسرو کس کے نام میں
 وہی حق لکھ گیا کی ہی نہ
 میں لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 پہلے لکھوں پہنچا تھا مات کو
 صبح کیا جانب مشرق کو
 حق لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 وہ کے مات میں لکھ لکھ لکھ
 بزم سلطانی ہوئی آمد سے
 ملک لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 شاہ و ملوک لکھ لکھ لکھ لکھ

لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام
 گنبد تیز گر فیصلی کام
 خال کو روز اور زلفت کو دام
 دلچسپ سوز و غم و دم و کام
 ملا تاہیں کا اٹھ شمس و شام
 وہی بدستور صورت و نظام
 اس رستم کو دیا غم و کام
 ہوا کہ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 صبح کا کتاب کا خط لکھ
 شب کو تھا لکھ لکھ لکھ لکھ
 صبح کو لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 دینے ہی دھوکا بہ بزرگ لکھ
 سوزی کا سر طرست نہ لکھ
 ملک لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 باد لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ
 خسرو افاق کے لکھ لکھ
 رات لکھ لکھ لکھ لکھ لکھ

دیکھ کر میری صورت نکریں میں
 دکا کہیں کے پہنچ کر پہلی سے
 پہلے دھرا کا گلی آیا اپنے نام
 دھاسوں کی جیسی فرسٹ سے
 تو میں نہیں چھوڑ سکتی کہ کرب
 قسطنطنیہ کی صورتیں اور الفرب
 ٹھیک پہنچ کر تیرے سے شاد کے
 فکرت سے جی رہے تھے کہ چاکہ
 قتالیہ و ابستہ قسطنطنیہ کے
 بیج سستی کی دکھاؤں گا بہادر
 ہر میدان پر فریاد غولی قسطن
 گلی میں بیٹھا جس جوں پر کھد
 ہم کہ جس دن کھلیں گے کھانہ
 ہم کہ جس دن کھلیں گے کھانہ
 دھاسی دلی پر ہونے کا قتادغ
 اٹھ سکتی کیلئے دکھاؤں
 غصے کا کس کو کرنا ہے جنت
 سوزی لگا کر ہے ہر ایک
 شمع کے ساتھ آیا ہوا ہر ایک

[illegible]

دیکھو غالب سے گرا ہوا کائن	بے دل چشیدہ اور کرا کھتا
پھر ہوا دشت طرازی کا خیال	پھر ہوا غور و شبیدہ کا دگر کھتا
خدا سے نہ اپنی طبیعت سے وہ	باداں کے نشتے ہی ٹٹو کھتا
خون سے صوف کی پٹنگے گروہ	خون سے پاؤں میں سے جھوٹ کھتا
میر کا تپا پستون پر چکر کھا گیا	بادشاہ کا دایہ بشت کھتا
بادشاہ کا نام ہے غلیب	اب مسکن پانچ شہر کھتا
ہنگو شاہ کا ہوا ہے دشمن	اب حیا پر قہر ہے نیک
خدا کے ننگے دھڑا ہے کھیند	اب اکیلی ہی اس کھیند کھتا
کھ کے کھ دھڑ کو کھ کھ کھنے	اب قریب غزل و شعر کھتا
ہو سکے کیا میں اس کا نام ہے	و توڑ معج ہر سب دلا کھتا
نکھ بھی پرستار میں تمام	عجز و اجازت سستا میں کر کھتا
جاتا ہوں بے غلوں غزل	تم پہ ہے غفلت اس کی ہر کھتا
تم کو صاحبزادان میں شک	سچا ہم غدا شب کا ور کھتا

در صحبت انجیر

ہاں اہل درد و حسد زمرہ ساز	کیوں نہ کہو سے در جستجو ساز
قادر کا صفت پر وہاں ہونا	شایاں گل کا ہے گفتار ساز
بہت سے کیا میں چہتا ہے کیا لکھے	نکھ لکھنے طرہ و دست ساز
باسے آہوں کا بھر بیاں ہو جاتے	قادر غزل و شب و دن ساز

آم کا کن مرزا سے ہے
 تاک کے کنی کنی سے رہاں
 آم کے آگے پیش جانے تاک
 دچھرب کی پس منعت دور
 یہ جی ناچار ہی کا کھانا ہے
 بھ سے پرچہ تھیں خبر کیا ہے
 زنگی اس میں دشناں و برگ زبار
 دور دو نائے تپاس کہاں
 جان میں رہی گر یہ شیرینی
 جان دینے میں اس کو کیا جان
 نظر آتا ہے یوں کے یہ ثمر
 آتش کی یہ تہ کا ہے قلم
 یا یہ برگ کہ فرط رافت سے
 آجیوں کے ہشک ہبٹ اناس
 یا لگا کر غم نے شایخ نبات
 تب ہوا ہے ثمر شاں یہ نقل
 قاتر تاج نہ ایک مسرداس
 آم کو دیکھت اگر ایک بار
 دینی کار کا برگ و فوا

ثمر و شلیخ نکستہ رہ گئی ہے
 آگے آگے اور یہ مسرداس
 پھرتا ہے پتے پھولے تاک
 بارہ تاب بے سنگیا انگور
 شمر سے پانی پانی ہوتا ہے
 آم کے آگے خیش کر کیا ہے
 جب اس آگے تب ہوا اس کی ببار
 جان شیریں میں پٹھا سس کہاں
 کامکن باوجود خوش چین
 پر وہیں سل سے نہ سکتا جان
 کہ دوا منہ ازل میں مگر
 شیر کے تار کا ہے دیش نام
 باغبانوں نے باغ ہنر سے
 بحر کے شیکہ ہیں مسرداس
 ذوق تک دیا ہے آب حیات
 ہم کہاں دور ہر کہاں پھسل
 رنگ کا زور پر کہاں بڑا پاس
 پینک دیتا طاس سے دست فدا
 از شش دور اپی آب دجا

دھڑو ماو مسد کا کوش
 صاحب تلخ و پرک و بار سے نام
 خاص وہ آم جو نہ انداز ہو
 وہ کہ ہے دانی و کایست مند
 غمزدیں عزیزستان و جاو جمال
 کار فرما سے دین و دولت و جنت
 سایہ اس کا ہا کا سایہ ہے
 کسے سفین و چو سایہ و نور
 اس مندر نامہ بند و پردہ کو
 شاد و دل شاد و مست اور کج
 طوفی و بسد کا جسگر گوش
 تازہ پردہ و بار سے آم
 نور و شعلہ بارغ سلطان پر
 حل سے اس کے ہے تارستہ مند
 زینت طینت و مسال کمال
 چہرہ آسے تاج و سند و جنت
 خلق پر وہ مند اکا سایہ ہے
 جب تک ہے نور سایہ و نور
 وارث کج و جنت و ہنس کو
 نور غالب پارسہ ہاں کج

قطعات

اسے جانا دار کرم شہد ہے متباہ و مرل
 فرق سے تیرے کہ کسب صحت کلیل
 تیری رتباہ کرم جنش دلی بسبیل
 تجھ سے دنیا میں کچھ امانہ ذلیل
 ہر کم و داغ نور کا صیغہ نور و نیل
 تاتے جہ میں ہر راج و علم کی کلیل
 اسے شہد و کج نظر ہے مثل و نظیر
 پاؤں سے تیرے نے فرق و دولت اور کج
 تیرا خداداد حق مشا و زلف و امام
 تجھ سے عالم پہ کھلا رابطہ قرب کیم
 بہ نکل صبح و دو مرتبہ معنی و افلاک
 تاتے جہ میں ہر راج و علم کی کلیل

ہائے چوڑ ویا خود سے جانا باہر
 تیری جانش مری صبح غامد کی دہلیں
 تیرا حال ترشہم ہے بیتے کی غور
 بہت تامل نے چاکا زوئے جگر دہلی
 تنگہ ذالی ہے سرخ شادقت میں گلا
 تیرا دل نہیں ہے دھڑا غائب جلم
 زہن سے مہضو لگا کی دہلی
 فکر میری گزرا نہ اٹا راست کمر
 میرے بہام پہ جاتی ہے قصہ عشق تو شیخ
 تنگ جاتی مری حالت تو نہ دیا تھوٹ
 فلک کوں مکان شستہ تو نہ لیا ہے
 گئے نہ دن کی آوازستہ فیض کی خطی
 ہر اب بگستہ ہے کیا شہرنگی جانے وہ دل جاؤ
 گلہ کا جو اگر کیا تو نے سنشیں
 وہ ہنوز دے ملے ملے کہے غضب
 صبر نہ وہ دن کی گلا ہی کہت نظر
 وہ دن دے کا نہ وہ شیریں کہ وہ وہ

زہر ہونے تک کیا موت سے کہ تو دل
 تیری بخشش میں اٹھان غامد کی گہلیں
 تیرا حال ترشہم ہے بیتے کی غور
 بہت تامل نے چاکا زوئے جگر دہلی
 تنگہ ذالی ہے سرخ شادقت میں گلا
 تیرا دل نہیں ہے دھڑا غائب جلم
 زہن سے مہضو لگا کی دہلی
 فکر میری گزرا نہ اٹا راست کمر
 میرے بہام پہ جاتی ہے قصہ عشق تو شیخ
 تنگ جاتی مری حالت تو نہ دیا تھوٹ
 فلک کوں مکان شستہ تو نہ لیا ہے
 گئے نہ دن کی آوازستہ فیض کی خطی
 ہر اب بگستہ ہے کیا شہرنگی جانے وہ دل جاؤ
 گلہ کا جو اگر کیا تو نے سنشیں
 وہ ہنوز دے ملے ملے کہے غضب
 صبر نہ وہ دن کی گلا ہی کہت نظر
 وہ دن دے کا نہ وہ شیریں کہ وہ وہ

در تعریف ذلی

ہے ہم سامنے کے کعبہ سے پہنچن ذلی
 زبیب دیتا ہے اسے ہر قدر اچھا کیے

غلام گشت بدنی کو اسے کیا کہیے
 نیر کھنکھ مسخوڑی گری کی کہیے
 بس اور سر انگشت سب سے کہیے
 قائم دست پٹیاں کے شاہ کہیے
 اختر سوختہ آتش سے شہت دیے
 نیر لہو سود و دودھ سم جیکے فرض
 وضع میں اس کو گر کہیے کایت نرانی
 سو سے میں اسے ضرور اسے گر نیر نادر
 کہوں اسے فعل در گنج بہشت کہیے
 کہوں اسے گوہر تاب کہیے نور کہیے
 کہوں اسے نیکو چہرہ میں لبہ کہیے
 بندہ پروردگار کے دست کو دل کیے فرض
 نہ پوچھو اس کی حقیقت حضور وہ سنے
 دکھائے گیوں گئے نہ خود سے ہمار

سہیل سہرا

ناخدا سر گرہیاں کو اسے کیا کہیے
 ہر نہ بانہ سے شکر ہن خود کہا کہیے
 درخ طربت بکر عاشقی شہا کہیے
 سر پہستان پر ہر سے نا کہیے
 غالب شگین بچہ و گمشدہ بچہ کہیے
 جہاں سے بیباں عشق کا کہیے
 رنگ میں سبز ناخیز سبھا کہیے
 یکسو میں اسے شہت خم سبھا کہیے
 کہوں اسے عطا ہر کار قسمت کہیے
 کہوں اسے مرداب دیوانہ کا کہیے
 کہوں اسے عشق ہے ناخدا کا کہیے
 سر میں بگنی سپاہی کو سودا کہیے
 شکر جاہلی ہے دین کی نہ دینی دینی
 جو کھاتے حضرت قوم نہ دینی دینی

دوش ہے اس وقت کہ ہے تن سے ہر جا
 کیا ہی میں چاہتے کھڑے ہو گناہ ہے
 سر پہ لکھتے ہیں چاہتے ہو گناہ
 ناخدا جو کہی پر دے گئے ہو گناہ
 اپنے شہزادہ میں بہشت کے سر چہرا
 ہے تن میں دل اپنے سر دکانہ چہرا
 بھکا کر ہے کہ نہ چھتے ہی لیر سو
 در کہیں دھتے ہیں گشت میں لاکر سو

صاف ہیں اپنے قولوں غالب خاکدہ
کتابوں تک کثرت کی طاقت نہیں ہے

ح

خبر تکبر سے بے جا کہے
کہ چہ تو دوسے کو ہلکا کر گم کرے
اور میں وہ ہیں کہ گری میں گم کر دیں
ننگی کا جو بھروسے کے سب سے سوت
باقی میں تیرے ہے تو میں دولت کی حق
تو سمجھتا ہے سلاطین سے بڑا تیرا
اس زمانے سے نہ گلیں جو ویرا کا زندہ
ہے پار شہباز اگر نام صراط مستقیم
جو آئے جام بھر کے ہے اور ہر گستاخ
بہتے ہیں جو غلو ہے کھلے حضور میں
ہاں کچھ کہیجے سے خالی کیے ہوئے
غالب یکبارہاں ہے کج مزاج پر شاہ

تجہ سے جو حق و عدت ہے تو گم کر دیتا ہے
دو قیہم صابن سے تری ذات سے ہے
غیر کیا خود کے غرور ہی اوقات سے ہے
نہت تک کہ نہ ہر حال کا تجہ ایت سے ہے
وہ اوقات ہم سب سے خاصی طاقت سے ہے
کو شرف ضرر کی بھی کہہ دو اوقات سے ہے
غالب خاک نہیں اپنی خرابات سے ہے
نکلیں ہیں میں ہر گے سے حکم کی تازہ
ہنر کا کہ نہ تاج و تاجوں کا ہاتھ چاند
چہیں کے انگلیں نہ ہر ماہ تازہ
و کھولیں اپنی کتاب میں جو روزگار چاند
بھائی نہیں ہے اب کچھ کوئی خوشنما

دور حیا شاہ

لے شاہ جاناگر جہاں میں جاناگر
جو غصہ و خفا کا کھنکھاس ہے نہاد
مکن چاکہ خنکندہ سے تراؤگر
چاہے کہ ہم سے ہر دم چھوڑ دینا

تو کہ کہیں خدا کا سو بھی پناہ
اگر اب کو نہ تیرے ہر سو سے طاقت

بخت کو بھلائی کی دولت بخشون تھا
 ہے عشقِ سرمدی تر اس سدا بنی تھی
 تو اب سے اسب کہے عالمیہوں
 نوحہ نہ سے سوئے دوا میں دوا
 ہے گرچہ بکے گئے سرائی میں بخش
 کیونکہ دکن میں شیخ کوئی غم نہ رہا
 فوج نہ ہے آج سے وہی گاہ نہیں
 جھکے شونہ سر جہاں تاب نہ رہا
 انوارِ بزم کی کچھ اگر دست گاہ ہو
 جس پاس دہکول کے گلے کو کچھ نہ ہو
 ہے غریبوں کو کہہ تیری دولت
 ہے دماغِ غلامی تھا تو لےج دولت
 نہ کہ سے کہے کہے آپ شہرست
 ہائی نہ بکھاتی تھی سوزاں میں حلاوت
 ہے کہ بکے گئے سوزاں میں حلاوت
 کا سر پہ شاد بستی تھی ہی بستی
 تھا وہی بستی ہی ابلی بستی
 غالب کہتے تھے غلامی کی بستی
 اس شخص کو خود ہے غلامی کا کہے
 داند اگر نکالے تو چار کیا کہے

گزارشِ مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہِ آسمان اور نگ
 تھا میں کچھ نہ کہے گوشتِ نہیں
 تم نے مجھ کو جو آلود بخشی
 کہ ہوا مجھ سے آلودا نہیں
 گرچہ آلود سے تنگ ہے تیری
 کہ اگر کہتے کوئی کہوں غامی
 شاد ہیں میں نے ہی میں کہوں
 اے جہاندار آفتابِ آج
 تھا میں کچھ نہ کہے گوشتِ نہیں
 برقی بستی وہ گری بازار
 رہشنا میں تو ایست و استار
 ہوں خود اپنی نظر میں آٹا غور
 چلتا ہوں کہ آئے خاک کو ہار
 بدست کا مشعلِ حرم کو گار

غلام نہاد اور مریض اور بیمار
 بارے فکر بھی ہو گیا سرکش
 نہ کہیں آپنے آنکس سے کہوں
 چہرہ عرشہ اگرچہ مجھ کو نہیں
 مجھ کو جاننے میں چاہیے آخر
 کیوں نہ درکار ہو مجھے کوشش
 مجھ کو خدا نہیں ہے ایک سال
 رات کو آگ اور دن کو بھوپ
 آگ اپنے کمان تک انہیں
 بھوپ کی تابش آگ کی گری
 میری تھوڑی جو عیش تر ہے
 دم ہے مراد کی چھ ماہی ایک
 مجھ کو دیکھ تو ہوں تیرہ حیات
 بسکھتا ہوں ہر سینے قرض
 میری تھوڑی میں تیرہ سال کا
 آج مجھ کو نہیں نے نے میں
 رزم کی داستان اگر سنیں
 بزم کا انتظام کر سکیں
 علم ہے گرد و سخن کی دہ

تھا بیٹھ سے یہ مریض نگار
 حسرتیں جو گئیں غلغلہ چار
 تھوڑے غم و غریب کا کھسار
 دہائی آرا بکس سرور مست
 تانہ دوسے نام زمرہ آزاد
 بزم رکھتا ہوں ہے مگرچہ نزار
 پھر بتایا نہیں ہے ابھی بار
 بھائی میں جائیں ایسے لیل و ناز
 بھوپ کہنے کہیں تک ہانہ
 دیکھا رشتہ خدا سب انوار
 اس کے دلے کا ہے حب بھار
 خلق کا ہے وہی پسلی چہ دہ
 اور چہ ماہی چہ سال میں دہ
 اور رہتی ہے سود کی نگر
 ہو گیا ہے شہر یک سا ہوا
 شام و شکر کے خوش گشتار
 ہے زباں میری تجھے چہ ہوا
 ہے تم بسمرا اور گوہر
 قمر ہے گرد و سخن کی دہ

آپ کا ہستہ اور پھول نکلا
 میری تھلاہ سنگے مار دیا
 غم کرتا ہوں اب دھماکا کام
 تم سناست رہا مسرور ہوں
 یہ گیم ہوں غلام ہے میرا نام نہ لے
 ہوا نظیر شیر بھی کسی پے سنگے
 نکل کر شعل شعلے پرت نکل آ رہی
 تین دن کل سے پتلے تین دن کل کے جو
 ہستہ ابھی طوسے میرا جھڑ
 ہوں ہے لکھتی فرزندہ سال میں غالب
 ہوں اب میرا جھڑ کی شدائی
 کیا غالب کی بی بی اس کی کی ہے
 گو ایک بادشاہ کے سب خاندان ہیں
 کانٹا پتھر تو ہی کہتے ہوئے تمام

آپ کا فکر اور کھانوں انعام
 تانہ ہر جگہ زندگی دشوار
 شاعری سے نہیں بکے سرکار
 ہر دس کے ہوں ان کا پاس کار
 جملہ ہی وہ گننہ خج و خضر کا خالص
 کو جو شریک ہو میرا شریک خالص
 بچہ کی گنگائی کے منہ حاضر ہوں ہونے
 تین کل میں تیریں باب کے دن ہونے
 کہیں کے بچے سے لگا ہوا بی عطف
 نہیں ہوا سال بھوسہ بی عطف
 ہوا جرم طرب میں دھن تاویذ
 تو بڑا ناہیشی بی بی ہمیشہ
 دیوار دار کوکب ہم آشنا نہیں
 اس سے بچو کہ ہم آشنا نہیں

زبانیات

بعد از انعام جرم میسر اللہاں
 آہستہ بی تا سوار استلیم ہوم
 ایام جوانی سے سافر کرش منال
 آئے تیرا شہد یک قدم استقبال

شب زلفت و رخ و برق تلمش کا فرم تھا
 دریا میں جزیرہ نگہ سے فتح تک
 آتش بازی ہے جیسے شعلہ احوال
 خاموش خلق بھی قیامت کوئی
 دل تھا کہ ہر جان و دم قید میں
 ہم کو دوسروں سے علی غنوس
 ہے خلق خدا فاش لانے کے لیے
 یعنی ہر بار صورت کا فسند ہار
 دل سخت ترند ہو گیا ہے گویا
 پر بار کے آگے بول سکتے ہیں
 دلوں کے پسند ہو گیا ہے غالب
 و منہ کو شب کو بند آتی ہیں
 نعلین ہے زین کھم ہر اسے دل
 آسلی کہنے کی کرتے ہیں نوادین
 جیسی ہے جو جگہ کو شاہ بھار سنے وال
 پستیا و پسند دال سے بہت و ہمال
 نری کش میں صحت و ذوالی ہیکم
 ہر شہر و دیو و مافل علی ہیکم
 حق شکی تھا سے خلق کو شاہ کرے

کیا شش کد کھڑو تر عام تھا
 ہر قطرہ انگ دینہ ہر فرم تھا
 ہے سوز جگر کا بھی اسی طرح کا حال
 لوگوں کے لیے کیا ہے کیا نہیں کمال
 بیتابی رنگ و صورت وید میں
 نگار ووا نہیں آجیب دیکھا
 وحشت کو دیکھا ش لڑنے کے لیے
 ملتے ہیں وہ مہاش لڑنے کے لیے
 اس سے گھر مند ہو گیا ہے گویا
 غالب شہرند ہو گیا ہے گویا
 دل لگ کر نہ ہو گیا ہے غالب
 سوتا سو گند ہو گیا ہے غالب
 نریں کے آسے ستم وین کال
 گویم سبیل و کر نا گویم جلیل
 ہے طعت و عطا ہے شہنشاہ و مال
 ہے دولت و دین و دانش و دلوں کی مال
 آتا رسول جس مال و ہیکم
 ہے دیکھ شب قدر و مال و ہیکم
 تا شاہ مستعبر و دانش و دلوں کرے

یہ دلی ہو گئی ہے رشتہ دہری میں کاغذ
 اس رشتہ میں لاکھ تاریں بکھڑا
 ہر سکان کا ایک گہرا زخم کریں
 کہتے ہیں کہ اسب وہ مروتا نہیں
 جو آجہ کا قلم سے خطا یا ہو گا
 ہم گرم ستے سلام کرنے والے
 کہتے ہیں کہیں خدا سے عداوت
 سامان خود خواب کلاں سے نکلیں
 روز مولا میں ہے غالب لیکن
 اسی ہم کے چہرے کو کوئی کیا جانے
 لیکن کہ وہیں گے ہم دس ایس خود
 ہے صوفی کہ انرا پیش احمد کرے
 اتنے ہی ہیں شہار ہیں بکھڑا
 ایسی گریں مسدود ہیں بکھڑا
 فضا کی کڑی پرستش سے شے عاویں
 کیونکر مانوں کہ اس میں تلواریں
 کہتے ہیں ہر رنگ کام کرنے والے
 وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے
 قدام کے اسباب کلاں سے نکلیں
 عس فادور غالب کلاں سے نکلیں
 جیسے ہیں جو فرشتہ ہیں مشہور
 فیروزہ کی تسبیح کے ہیں یہ دانے



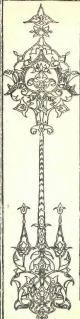
انتخاب کلام غالب

فرس نیست ایہا و کا تماشا دیکھ
بگمکھ کس فروش و خیال آئینہ ساز
ہجوم بگمکھ سے دل بھل بھول لڑے ہے
کوشش نازک جہاں آگینے گداز

ہم خط کے تھے لیکن زخم دل پر رسم
آفریں پر ہے میں تو آتش میں سے صبح ہمال
شکوہ درد و درد داغ لئے بیو کا حضور ملک
نوں جہانے یک جہاں آئینہ ہے تیر خیال

تماشا کے نگہن آئینے جیوں
ہمارا منہ ریتا گنگار ہیں ہم
اسد مشکوہ کفر و دغا ناپاکی
کلام آئینے سے ناپاکی ہیں ہم

زلف خیال نازک و انوار جیسے سدا
یارب ویاں شاد کیش گنگوہر



مکن نہیں کہ بھول کے بھی توبہ ہوں
 نہیں مثبت فرم کر ہوئے متباد و بعد ہوں
 ہوں درد مند جبر ہو یا اختیار ہو
 کہ بلا کشیدہ گر انگسب چشہ ہوں
 پیدا نہیں ہے میل رنگ و تازہ بستو
 مانتہ سوچ آپ نہ مان پریدہ ہوں
 جاں لب و لہجہ تو بھی نہ شیریں کافین
 درجہ کہ تخی حسن چہرے چشہ ہوں
 نے جو سے علاقے سا فرست واسط
 میں مغرب شمال میں ست پریدہ ہوں
 ہوں خاکسار پر یکسی سے چہ جھکواگ
 نے دانا شکوہ ہوں غلام چہ ہوں
 اہل حق کے عطف میں ہر چند ہوں اسیل
 پر عاصیوں کے غم میں نہیں بکریہ ہوں
 ہرگز کسی کمال میں نہیں ہے مری بہک
 یہی کلام غمزدہ نے نا شنوہ ہوں



ہیں مگر فی اللہ قصود سے توسع
 میں قدیب گلشن تا افسر یہ ہیں
 میں پیشم واکشاہ انگش نگر فریب
 یکس بیت کہ چشم غور شید دیدہ ہیں
 پانی سے ملک گزیدہ کسے علی اسد
 نورتا ہوں لائے سے کبرہم گزیدہ ہیں

شکوہ و شکر کا فریم و امید کا دم
 غار و گلی غراب دل درم جا دم
 دشت و دیکھی بے شرم قد شمس
 رشتہ و غم کو تالا نار سہم
 گاہ و غم و امید و درگ و عجم ہم ناک
 گرچہ خدا کی پاس ہے کھنت و سہم
 آنے پر آپ صریح خلق قضا علی تہاں
 شوق کو منتقل ذکر تاز کو استہاں
 نے سرور پاک آرزو سے و درم شکوہ
 نے دل و جان حق تو ہم کو بھی بخشا دم



میں ہوں شتاقی جفا مجھ پہ جفا اور سی
تم ہو پیدا سے خوش اس سے ہوا اور سی
تم ہو جنت پہ تمہیں بندہ خدا کی کیوں ہے
تم خداوند ہی کھانا مسند اور سی
کیوں نفروں میں ہفتی کو بلا لیں یا رب
سیر کے واسطے تھری سی فضا اور سی

عرض ہر شک پر ہے فضا سے نماز جنگ
صور اکساں کہ دعوت دیر کرے کوئی

یا رب ہمیں تو خواہیں ہی مت دکھاؤ
یہ مشہر خیال کہ دنیا کیوں ہے

نہاں ہے کہ ہر تصور زیب خود شناسی میں
کہاں تھاں ہے تلال اور آئینہ دیا ہے

غیر لگ کہ نگہ چشم کو عکس جانے
وہ جلوہ کہ کہ زمین طاق اور تنگ جانے

